

وَمَا أَقْتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهَا وَلَا يَمُوتُ
 ترجمہ: اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ
 قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑی برود و حکمت ہیں

کلمۃ اللہ

فی

حیاتِ رُوحِ اللہ

ملقب بہ

حیاتِ علی

علیہ السلام

مولفہ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحبِ دُظَلَمَہ شیخ الحدیث جامعہ ترقیہ لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ گریٹ ملتان شہر

۱۵ ار آنے

قیمت غیر مبدلہ

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ لِمَنْ يَّشَاءُ سَبِيْلًا مُّسْتَقِيْمًا
 وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا
 كَلَامُ الشَّيْخِ

فِي

حَيَاتِ رُوحِ الشَّيْخِ

مُلَقَّبُكَ بِكَ

حَيَاتِ عَلِيِّ
 وَالصَّلَاةُ
 عَلَيْهِ

جس میں علی علیہ السلام کا جسم غصری آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور اس وقت تک آسمان
 میں زندہ رہنا اور آخر زمانے میں آسمان سے نازل ہونا قرآن مجید احادیث
 و اجماع امت کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ دروازہ ملتان شہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةِ الْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآزْوَاجِهِ وَ
ذُرِّيَّتِهِ الْجَمْعِينَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

امتابعد

بندہ گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اشرف
کان ہولند (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس امت
مرحومہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ
سوائے کتاب و سنت کے کچھ نہیں اور کتاب و سنت تک رسائی بدولت
حضرات صحابہ و تابعین کے ناممکن ہے۔ اس لیے کہ صحابہ اور تابعین ہی کے ذریعہ
ہم تک کتاب و سنت پہنچی۔ نبی اور امت کے درمیان میں صحابہ واسطہ
ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو۔
لہذا قرآن و حدیث کا وہی مطلب معتبر ہو گا جو حضرات صحابہ اور تابعین
سمجھا۔ سوائے حضرات انبیاء و مرسلین کے دنیا میں صحابہ کرام جیسا نورِ علم اور نورِ
اور نورِ تقویٰ نہ اولین میں سے کسی کو میسر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل

پس اگر صحابہ کرام کی تفسیر اور شرح معتبر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک صحابی کے نورِ علم اور نورِ فہم اور نورِ تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم پر تقسیم کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم و فہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دوسرے فتن میں ہر طرف کے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی فتنی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مثیل مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا۔ اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ بنا اور ان کے رفیع الی السما کو محال قرار دیا اور صلیب اوراق اس بارے میں سیاہ کیے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر مدفون ہو چکے اور جو شخص مدفن ہو گیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعم فاسد اور خیال کا سد کی بنا پر ان احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحتاً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزول مسیح سے مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے۔ اور پھر اس مثیل کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم کو وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ ان کا مثیل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مثیل مسیح قادیان کے ایک دہقان کی بیجا بن عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور بڑا ہو کر عیسائیوں کے اسکول میں تعلیم پائے اور جوان

ہو کر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کرے اور پھر چند روز بعد مریم بنے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد اور خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم! اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحْمَاطُ ۝

علماء اہل سنت و الجماعت نے رد مرزائیت پر عمونا اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصراً اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ وعن سائر المسلمین خیر اجرنا۔ آمین

۳۳۳۔ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ "کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا الحبیب و مطاعنا اللیب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تغیر اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا پھر اس میں دوبارہ نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۳۳۴۔ میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ و شیخنا الاکبر مولانا شاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیمۃ و نظر (آمین) صدر المدین دارالعلوم دیوبند جس طرح وہ اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس موضوع پر ایک بے مثال اور لا جواب کتاب

عربی زبان میں تالیف فرمائی جس کا نام عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ
 علیہ السلام تجویز فرمایا جو علماء اور فضلاء کے لیے مشعل راہ اور شمع راہیت
 بنی اس ناپیزنے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ
 اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں
 اضافہ کر دیے ہیں۔

تحدیث بالنعمة

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ناپیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ
 علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالہ
 کی لوح کا قلم طبع ہو رہا تھا اس شب میں اس ناپیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناپیز
 دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ
 الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محراب امام کے سامنے تشریف فرما ہیں
 چہرہ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ
 بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناپیز نہایت ادب
 کے ساتھ دو زانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور
 سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعد ازاں دو عبالائے گئے۔ ایک نہایت سفید اور
 خوب صورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بدبودار ہے۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا
 اس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا فلیکھ للہ للحمد
 وللمنہ۔ اور سیاہ عبا اس قادیانی کو۔ اور یہ ناچیز خاموش کھڑا ہے اور قادیانی
 کو دیکھ کر دل میں یہ آہستہ پڑھ رہا ہے مَرَّ ابْنُ مَرْحُومٍ مِّنْ قَطْرَانٍ وَتَغْشَى
 وَجْهُهُمُ سَحَابٌ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے پروردگار! علمائے ربانیین کی
 جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما،
 اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لیے موجب سکنت و طماننت اور قادیانیوں
 کے لیے موجب ہدایت و سعادت اور اس نابکار گنہگار کے لیے ذخیرہ آخرت
 اور موجب نجات و مغفرت فرما۔ آمین یا ارحم الراحمین دیا اکرم الاکرمین :
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَنَبِّ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ أَنْتَ الثَّوَابُ الرَّحِيمُ

بضاعت نیسا و دم الا امینہ
 خدا یا ز عفو مکن نا امینہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

در بیان امکان رفع جسمانی

مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا کر مدفون ہو چکے اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ ازالتہ الاولیاء ص ۲۷۱ تقطیع خورد اور ضحہ ۲۱۱ تقطیع کلاں پر ہے :-

جواب

✓ یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر کے ساتھ بیت المقدس میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے

زمین کی طرف مہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَہ جعفر بن ابی طالب کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اُڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

انخرج الطبرانی باسناد حسن
عن عبد الله بن جعفر قال
قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم هنيئاً لك
ابوك يطير مع الملائكة
في السماء كذا في فتح الباري
مجلد ۶۲ (زرقاتی شرح مؤلف
جلد ۲۴۵ ص ۲)

امام طبرانی نے باسناد حسن عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبد اللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ ان ہاتھوں کے غمزے میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دوبارہ عطا فرمادیے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت حید اور عمدہ ہے۔ (زرقاتی مجلد ۲۴۵ ص ۲ و فتح الباری مجلد ۶۲ ص ۱۰۷)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے :-
و جعفر الذی یضی و یسی یطیر مع الملائكة ابن ای

(ترجمہ) وہ جعفر کہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

اور علی بن عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ بدر میں شہید ہونا، اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں اور حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب و شجرۃ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمیٰ جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:۔

دعائی الی الاسلام صا رایت	عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور ان کا
من مقتل عامر بن فہیرہ	آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام
ورفعہ الی السماء	لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فان الملائکۃ واسرۃ جنتہ فرشتوں نے اس کے جنت کو چھپالیا
وانزل فی علیین اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی دلائل النبوة میں بیان کیا شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامة السیوطی ص ۱۴۱

اور حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں جبار بن سلمیٰ کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف

اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن نفیرہ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد اور عالم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ زوجہ میں جب قریش نے غیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو غیبؓ کی نعش اتار لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور غیبؓ کی نعش کو اتارا دفعہ ایک دھماکا سنائی دیا، پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہو گئی۔ عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن ضہلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔
(ندہ قانی شرح مواہب ص ۱۲ ج ۲)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ غیبؓ کو زمین نے نگلا اسی وجہ سے ان کا لقب بلع الارض ہو گیا۔ اور ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن نفیرہ کی طرح غیبؓ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے عامر بن نفیرہؓ اور غیبؓ بن عدیؓ اور علاء بن حضریؓ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہی۔

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام و کرامت انبیاء کرام کی

اولیاء

اولیاء

وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

ومما يقوى قصة الرفع
الى السماء ما اخرجته النسائي
والبيهقي والطبراني وغيرهم
من حديث جابر بن طلحة
اصيبت انا ملة يوم احب
فقال حسن، فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لو
قلت بسم الله لرفعك
الملائكة والناس ينظرون
اليك حتى تلج بك في جو
السماء -

واخرج ابن ابى الدنيا في
ذكر الموتي عن زيد بن اسلم
قال كان في بني اسرائيل
رجل قد اعتزل الناس
في كهف جبل وكان اهل

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور^{۱۶۲}
میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہرہ اور غیب
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ رفع الی
السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو
نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ کی انگلیاں
زخمی ہو گئیں تو اس تکلیف کی حالت میں
زبان سے حسن یہ لفظ نکلا۔ اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو بجائے
حسن کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے
ہوتے اور فرشتے تجکو اٹھا کر لے جاتے یہاں
تک کہ تجکو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتي میں زید بن اسلم
سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب
قطع ہوتا تو لوگ اس سے بخش کی دعا
کرتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی

زمانيه اذا قحطوا استغاثوا
 به فذبحني الله فسقا هم
 فهايت فاحذروا في جهازه
 فبيناهم كذلك اذا هم
 بسريروا فرف في عنان السماء
 حتى انتهى اليه فقام رجل
 فاحذره فوضعه على السرير
 والناس لينظرون اليه في
 الهواء حتى غاب عنهم

(شرح الصدور منكشف ۱۷۳)

برکت سے بارانِ رحمت نازل فرماتا۔ اس
 عابد کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و
 تکفین میں مشغول تھے اچانک ایک
 تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں
 تک کہ اس عابد کے قریب آکر رکھا گیا۔
 ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس عابد کو اس
 تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت
 اوپر اٹھا گیا، لوگ دیکھتے رہے یہاں تک
 کہ وہ غائب ہو گیا۔

اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا
 اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک
 حاکم میں مفصل مذکور ہے۔ (مستدرک صفحہ ۵۷۹ ج ۲)

مقصود ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب
 سمجھ لیں کہ حق جل شانہ نے اپنے مجبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے
 بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح و سالم فرشتوں سے آسمانوں پر اٹھوا لیا اور دشمن
 دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرتِ کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور
 اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین و مجزات و کرامات کی سبوتی
 و دولت آشکارا ہو۔ اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کیلئے

موجب طمانیت اور مذبذبین کے لیے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے مصادم ہے بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھایا جائے تاکہ اس ملک مقتدر کی قدرت کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص ان خاص بندوں کے ساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھانے اور پینے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھانے پینے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے وَلَبِئْسَ ثَوَابٌ لِّكَفَّيْهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا اس سے مراد صاحب کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض نادان ہو جاتا ہے لہذا قال تعالیٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يُعْلَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ اس لیے کہ اردل العمر کی تفسیر میں اسنی یا نوے سال کی قید مرزا صاحب نے اپنی طرف سے لگائی ہے قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہو گئے۔ اور علی ہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صد ہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
دجال ظاہر ہوگا تو شدید قحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا میسر نہ آئے گا۔ اس پر
صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا؟
آپ نے ارشاد فرمایا: یجزئہم ما یجزئ السماء من التسبیح و
التقدیس یعنی اس وقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس
ہی غذا کا کام دے گی۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا صوم وصال
رکھتے اور یہ فرماتے اب کو مثلی انی ابیت یطعمنی مہربانی و یسقینی
تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے۔ میرا
پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے
معلوم ہوا کہ طعام و شراب عام ہے خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہذا اَوَمَّا
جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَا یَاۡکُلُوْنَ الطَّعَامَ سے یہ استدلال کرنا کہ
جسم انصری کا بغیر طعام و شراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لیے
کہ طعام و شراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام
اکل ثمر سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح و
تہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح جو کہ نفخہ جبرئیل سے پیدا ہونے کی
وجہ سے جبرئیل امین کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے
قال تعالیٰ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ کیا اصحاب
کہف کا تین سو نو سال تک بغیر کھانے اور پینے زندہ رہنا اور حضرت

یونس علیہ السلام کا شکم ماری میں بغیر کھانے پیے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحتاً
مذکور نہیں؟ اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد
فَلَوْ كُنَّا اَنۡتَ اَنۡكَرَ مِمَّنۡ اَنۡشَاۡنَا۟ كَانَ مِنَ السَّٰبِقِیۡنَ لَلۡبَیۡثِ فِیۡ بَطْنِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ
یُبۡعَثُوۡنَ ۝ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر صحیر
میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک پھلی کے پیٹ میں پھیرے لگتے
اور بغیر کھانے اور پیے زندہ رہتے۔

دہا مہدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا
چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید کہتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک
کروڑ میں لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو
مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے۔ اور بعض ستارے ایک ساعت میں
آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر
اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن
میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک جلا
ممكن تھا۔ نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں
تمام کرۂ ارضی پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی ۶۳۶۳۶۳۶ فرسخ کی جیسا
کہ سبع شداد منک پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ
۸۰۹۰۹۰۹۰۹ کر ڈر میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں ہریم شمس
بتامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی

ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ میل ہوئی۔ نیز مشیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آن و آمد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر طویل مسافت طے کرا دے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پاک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے لَمَّا قَالَ تَعَالَىٰ وَقَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ الرَّسُولُ كَرِهَ لَهَا طَرَفًا ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهَا قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِي سَرِيعًا ۚ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی لَمَّا قَالَ تَعَالَىٰ وَتَحَوَّلَ

السَّيْحُ بِجَنَّتَيْ بَاهُورِہ
 اِنج کل کے محمدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان کے تخت کو ہوا حکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا اس لیے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مرزا صاحب از الہ الا وہام ص ۲۴ ج ۱ تقطیع خورد اور منہ تقطیع کلاں پر

لکھتے ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے۔ اس لیے کہ ایک
 جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کمرہ زہریہ سے کس طرح صحیح و سالم گزر سکتا ہے ؟
 جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیلۃ المعراج میں
 اور ملائکہ اشراکائیل و نہار طبقہ ناریہ اور کمرہ زہریہ سے مرور و عبور ممکن ہے
 اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور و مرور ممکن ہے اور
 جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہیبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ
 سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہیبوط و نزول بھی ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام پر آسمان سے ماندہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحتہ مذکور ہے مگر
 قَالَ تَعَالَىٰ إِذْ قَالَ الْحَوَارِثُ يَحْيَىٰ بْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ
 رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ قَالَ
 يَحْيَىٰ بْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ
 تَكُونُ لَنَا عَيْدًا إِلَّا قَوْلُنَا وَآخِرُنَا وَآيَةً مِّنكَ وَأَمْرًا زُقْنًا وَأَنْتَ
 خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكَ كُفْرًا ۝ اس
 ماندہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے زعم فاسد اور
 خیال باطل کی بنا پر اگر وہ نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے
 جل کر خاکستر ہو گیا ہوگا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ یہ سب شیاطین
 الانس کے دوسوں سے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی آیات نبوت اور کرامات سالت
 پر ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے یہ
 طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بردا و سلام نہیں بنا سکتا ؟

جب کہ اس کی شان یہ ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ
فَسُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْعِزَّةِ وَالْكَرَمِ وَأَمْنَتِ
بِاللَّهِ وَكَفَرْتَ بِالطَّاغُوتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

پہلی دلیل

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

فِيمَا نَقَضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَ
قَتَلُوا الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا
غُلْفٌ. بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَكَفَرُوا
قَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا
قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَ
مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ

وَالَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا
 لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَقَاتِلُوهُمْ
 يَقِينًا تَبْلُ مَرَّةً فَعَمَّا اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَاتِ اللَّهُ
 عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

(رابطہ) حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون
 اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ و اسباب ذکر کیے ہیں۔
 چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بنا پر مورد لعنت و
 غضب بنایا۔ (۱) نقض عہد اور میثاق کی وجہ سے (۲) اور آیات الہیہ
 اور احکام خداوندیہ کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔ (۳) اور خدا کے پیغمبروں کو
 بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے (۴) اور اس قسم کے
 متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں
 ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب
 علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد
 اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت
 اور ضلالت بند ہے اوپر سے ہر لگی ہوئی ہے اندر کا گریباہ نہیں آسکتا اور باہر
 سے کوئی رشد و ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا پس اس گروہ میں نہ
 کوئی ایمان لائے والا نہیں مگر کوئی شاذ و نادر جیسے عبداللہ بن مسعود
 ان کے رفقاء (۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ
 سے۔ (۶) اور حضرت شریک پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لیے کہ کسی کی ماں کو
زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ تعالیٰ کے
حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے،
کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم کی ہر اہانت اور ذراہت ظاہر
ہو چکی ہے اور تمہمت لگانا ہر اہانت اور ذراہت کا صاف انکار کرنا ہے۔ (۷)

اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم
جو رسول اللہ ہونے کے بڑی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے،
بلکہ ارادۂ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔
اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے
ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا
اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک
اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی ترجیح علم اور صحیح
معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھیں کہ یہ
اُمّ طحیٰ اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ کا
شبہ اور ہم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر
چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے
اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں ہے
شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے

اپنے نبی کو دشمنوں سے بچالیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو
ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف
میں ڈال دیا۔

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات
شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی
قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور سلی ہو جائے
ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا، اور ہم کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور
تشفی کر سکیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ قلوب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس
طرح چاہے اور چاہے دلوں کو پلٹا اور پھیر دے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا
ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لیے اور ناظرین کرام کے لیے اسی کی توفیق اور
دست گیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور
قارئین کی تعلیم و تفہیم کے لیے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

(۱)

ان آیات میں یہودی بے بہود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔
ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ هَلْ مَرْجِعُنَا عِظِيمًا یعنی
حضرت مریم پر طوفان اور ہتان لگانا۔ اس طوفان اور ہتان عظیم میں مرزا
صاحب کا قدم یہودی سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں

حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہودی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزا صاحب کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں عیاں سا چہ بیان ہم سے تو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پڑھی بھی نہیں جاتیں اور مرزا یوں کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر اس لیے ان کے نفس کی ضرورت نہیں۔

(۲)

آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہودی بے مروتی اور مفسدیت اور مفسدیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہودی کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔

قَدْ بَدَأَتْ الْبَغْضَاءُ
مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا
تَنْخَفِي صَدْرُهُمْ
أَكْبَرُ
انتہائی بغض اور عداوت خود بخود
ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور
جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور
پوستیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال
سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزا صاحب نے نصارت کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی بکلیہ شق ہوتا ہے۔

(۱۳)

پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا۔ یعنی بن مریم سے رسول اللہ فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلاشبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعوائی قتل کو بیان کر کے بَلْ تَرَفَعَهُ اللَّهُ فرمایا اور انبیاء سے ابقین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ تَرَفَعَهُمُ اللَّهُ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پہ اٹھائی گئیں۔

(۱۴)

اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک وَقَتْلُوهُ

جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَا صَلَبُوهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لیے کہ اگر فقط وَمَا قَتَلُوهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کیے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں۔ اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَا صَلَبُوهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیے گئے ہوں لیکن قتل کر دیے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ مَا کو قتل اور صلیب کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ما قتلوه اور پھر ما صلبوه فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکانے گئے۔ دشمنوں نے ایٹری چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بے کار گیا۔ قادرِ توانا جس کو پچانا چاہے اُسے کون ہلاک کر سکتا ہے۔

کہ زور آورد گر تو یاری دی

کہ گیرد چو تو رستگاری دی

مرزا آئی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلیب

کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا
 پورا رد ہے۔ اس لیے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العباد بالشر
 جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب
 میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کیے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے
 اس لیے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رستا
 کی جائے تو وقت لہم الا نبیاء و غیر حق اور یقتلون النبیین
 کے یہ معنی ہونے چاہیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت
 مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَقُولُونَ
 إِلَّا كَذِبًا

(۵)

وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

یعنی ان کے لیے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شبہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف
 راجع کر دیا اور اس طرح ترجمہ کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبہ اور ہم شکل
 ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے
 اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت مشاہد القادر اس طرح ترجمہ
 فرماتے ہیں لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی
 تفسیر ہے یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباسؓ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھالیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور شاہ بنادیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اور بہت ہونے کہ تم اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

قال ابن ابی حاتم حدثنا

احمد بن سنان حدثنا

ابو مخویۃ عن الامام

عن المنہال بن عمر عن

سعید بن جبیر عن ابن

عباسؓ قال لما اراد الله

ان يرفع عیسیٰ الی السماء

خرج علی اصحابہ و فی

البیت اثنا عشر رجلاً

من الخواریج یعنی

فخرج علیہم من عین

فی البیت و مرأسہ

یقطر ماء فقال ان منکم

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق

تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر

اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام

اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل

فرما کر باہر شریف لائے اور سر مبارک

سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

(نظارہ یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے

تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو

کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ خواہرین

موجود تھیں۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا

کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر

ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ نذر کرے گا

بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر

من يكفر بي اثني عشر
مرة بعد ان اُمن بي
قال ايكمل يقى عليه
شبهى فيقتل مكاني و
يكون معى في درجتي
فقام شاب من احداثهم
سنا فقال له اجلس ثم
اعاد عليه فقام ذلك
الشاب فقال انا فقال
هو انت ذاك فالتقى عليه
شبه عيسى ورفع عيسى
من روضة في البيت
الى السماء قال و جاء
الطلب من اليه هود
فاخذوا الشبه فقتلوه
ثم صلبوه الى اخر القصة
وهذا اسناد صحيح الى
ابن عباس وراه النسائي
عن ابى كريب عن ابى

رافى ہے کہ اس پر میری شباهت ڈال
دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے
اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے
بہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی
کو اس جاں نثاری کے لیے پیش کیا۔
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا۔ اور پھر
عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا
اعادہ فرمایا، پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور
عرض کیا، میں حاضر ہوں۔
نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ
سرد و ستاں سلامت کہ تو خجرا زمانی
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص
ہے؟ اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر
عیسیٰ علیہ السلام کی شباهت ڈال دی
گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے دشمنان
سے آسمان پر اٹھالیے گئے۔ بعد ازاں
یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی،
گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے
اور اس شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کیا اور

محبوبۃ وکذا ذکر غیر واحد

من السلف ابن قتال

لہذا یکم یلقی شبہی

فیقتل مکانی وھو رفیقی

فی الجنة

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۸)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا ہی وقت باقی رہ گیا ہے۔ اور ظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے تھا جیسا کہ عید پر جانے کے لیے غسل ہوتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شادان و فرحان تھے۔

خرم آں روز کہ میں منزل میراں بروم

راحت جاں طلسم وز پئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے حواریین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھو لئے اور بجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب کی

الداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شبابہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں معراج کے لیے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفیع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لیے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبریل کی معیت میں معراج کے لیے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائن

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارۃ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا سبحان اللہ جس وقت آسمان پر شریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی۔

تذکرہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبابہت

ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری
گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لیے کہ اسی
روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری مشابہت
ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا شکل شبہ متحمل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے
عصا کا اٹھ دہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے اور انبیاء کرام کے لیے پانی کا
نثر آب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر
کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا جائے تو کیا استبعاد
ہے؟ احیاء موتی کا معجزہ القار شبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا لہذا
احیاء موتی کی طرح القار شبیہ کے معجزہ کو بھی بلاشبہ اور بلا تردد تسلیم
کرنا چاہیے۔

بَلِّغُوا رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے۔ بلکہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی
آسمان پر اٹھا لیا۔ جیسا کہ امام رازی نے *وَأَيُّكَ نَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ*
کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص

خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے۔
 اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ تفسیر کبیر ص ۲۳۶۔ جیسا کہ شب
 معراج میں حضرت جبریل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر
 لے گئے۔ صحیح البخاری میں ہے ثم اخذ بیدای فخرجہا الی السماء۔ یہ بیت
 رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کو اسی جسد غنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر
 اٹھالیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے
 پڑھیں:-

(۱۱)

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ کی ضمیر اسی طرف
 راجع ہے کہ جس طرف قتلہ اور صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ
 قتلہ اور صلیبہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر
 کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لیے کہ قتل کرنا اور
 صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن
 ہے۔ لہذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف قتلہ اور
 صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

(۱۲)

دوم یہ کہ یہود و روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے
 اور بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔ لہذا بل رفعہ میں رفع

جسم ہی مراد ہوگا اس لیے کہ کلمہ بَلْ کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لیے
آتا ہے۔ لہذا بَلْ کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے
جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ
ولایت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اَمْ يَقُولُونَ
سُبْحَانَ حَتَّ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مَجْنُونٌ اور اتیان بالحق یعنی من
جانب الشرع کو لے کر آنا یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یک جا جمع نہیں
ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ مشرعبیت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح
اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بَلْ کا ماقبل ہے
وہ مرفوعیت الی الشر کے متنافی ہو جو بَلْ کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود
اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع
بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا
قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیسا کہ شہید کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے
اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ بَلْ رفع الشر میں رفع
جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے متنافی ہے اس لیے کہ رفع روحانی
اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے متنافی نہیں بلکہ جس
قدر قتل اور صلب ظہمنا ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ
ہوگا۔ اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لیے تو موت
اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کما
قَالَ تَعَالَى وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِ لَكَ اللَّهُ لَوْلَا اَنْتَ اَمْ نَمُنْ

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلیب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لیے بَل رَفَعَهُ اللہ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح دستِ آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے روح یعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلیب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلیب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد

کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلیب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ بَل جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ میں صیغہ ماضی اس لیے لایا گیا کہ یہ بتلادیا جائے کہ آپ کا حق کو لے کر انا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَل رَفَعَهُ اللہ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلیب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

(۱۳)

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا۔ اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبہ اور بلندی مرتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ لہذا قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اٹھایا ہم نے تم پر کوہ طور اللہ الٰہی رَفَع

السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اَشْرَىٰ نَ بَلَدٍ كَمَا اَسْمَانُ كُوْبُغَيْرِ سَمَوَاتٍ
 كے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وَلَا ذَبْرٌ فَعَرَّ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ
 وَاشْمَعِيْلُ یاد کرو اُس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اشر کی بنیادیں اٹھا
 رہے تھے اور اسمعیل ان کے ساتھ تھے۔ وَكَافَعَ اَبُو يَحْيٰى عَمَّاكَ الْعَرَبِيْنَ يُوْسُفُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع
 اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
 ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اور سَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
 ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع
 میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر
 اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے اِذَا تَوَاضَعُ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللهُ اِلَى السَّمَاءِ
 السَّابِعَةِ۔ رواہ البخاری فی مکارم الاخلاق۔ جب
 بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتے ہیں۔ اس
 حدیث کو غراطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباسؓ سے روایت کیا
 ہے۔ کنز العمال ص ۱۲۵

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں
 کہ رفع کا مفعول جسمانی شے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے۔ مگر باوجود اس
 کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔
 جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لیے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ

زندہ کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لیے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لیے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من یتواضع لله درجۃ یرفعہ الله درجۃ حتی یجعلہ فی علیین یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحتہ لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے الحدیث یفسر بعضهم بعضاً ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی

سہ

خلاصہ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہو گا وہاں رفع جسم مراد ہو گا۔ اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہو گا وہاں رفع معنوی مراد ہو گا۔

رفع کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہوگی اس کا رفع اسی کے مناسب ہوگا۔

(۴) یہ کہ

اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلیب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلیب نہ ہو سکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفع اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اُس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بحمدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھالیے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجَّهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَصِرَ الْمُنْقَرِبِينَ کے لقب سے پہلے ہی سکر فراز ہو چکے تھے۔ لہذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

(۵)

یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو ہی جہوں کے لیے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لیے۔ لکھا قال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رَفَعْنَاكَ اِنَّكَ كَانَتْ صِدْقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ

مَكَانًا عَلَيْهِ سَلَامٌ اور ادریس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب
تفسیر میں مذکور ہے۔ لہذا تمام انبیاء کرام میں انھیں دو پیمبروں کو رفع کے
ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں اسی
رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا
وَقَتْلِهِمْ إِلَّا نَبِيًّا مَكَانًا مَكَانًا کے ساتھ بَلْ رَفَعَهُمُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ فَمَا لَهُمْ
كَيْفَا مَعَاذُ اللَّهِ ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کیے گئے اور کیا ان حضرات
کی ارواح طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں، اور کیا معاذ اللہ سب نبی فوت
کی موت مرے؟

(۶۶ یہ کہ)

وَمَا قَتَلُوهُ ، وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا اور بَلْ
رَفَعْنَاهُ فِي سَمَاءٍ مُّسْتَقِيمٍ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جن کو
مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور
اللہ حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع الی السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں تفسیر
روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵ وخصائص کبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱۷ ج ۱ ص ۱۷۷ ج ۱ تفسیر
کبیر ص ۵۴۵ ج ۵ وارشاد الساری ص ۳۷۰ ج ۵ فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳ ومرقات
ص ۲۲۴ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۷ ج ۳ و فی عمدة القاری ص ۳۲۷ ج ۷ و القول الصبح بانه
رفع و ہوجی و درمثور ص ۲۳۶ ج ۴ و فی التفسیر ابن جریر ص ۶۳ ج ۱۶ ان اللہ رفعہ و ہوجی الی السماء
الرابعة و فی الفتوحات المکیة ص ۳۳۱ ج ۳ و الیہ و اقیست الجواہر ص ۲۲ ج ۲ فاذا اناب ادریس بحیث فانه ما
مات الی الان بل فوہ اللہ مکانا علیہ و فی الفتوحات ص ۵ ج ۲ ادریس علیہ السلام بقی حیا بحسبہ و اسکنہ
الی السماء الرابعة ۱۲

ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد فاضل کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لیے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی جسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی وَلَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَقَوْلَهُ صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمَ الْاَسْمَاءُ اَسْرَجَتْ وَجَنَدَةٌ الْحَدِيث۔

(۷)

یہ کہ یہود کی ذلت و رسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت و رفعت بحسبہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھنے جلنے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

(۸)

یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ لَمَّا قَالَ تَعَالَى يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

(۹)

یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی معنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی معنی موت یہود کے قتل اور صلیب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اَمَّ يَقُولُونَ بِحِجَّتْ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَيَقُولُونَ اِنَّا لَتَارِكُوْا

الْهَيْتَانِ الشَّاعِرَتَيْنِ تَجْنُونِ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ أَمْرِ حَضْرَتِ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا حَقِّ كَرَامَاتِ أَنْ كَسَا شَاعِرًا وَرَجُلًا مَجْنُونًا كَسَنَ سَے پہلے واقع ہوا اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ مرزا صاحب تو (العیاذ باللہ) یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہو کر فلسطین سے کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ششماسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپس کا مزار ہے۔ لہذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی وما قتلوه بالصليب بل تخلص منه سرور وذهب الی کشمیر وراقم فیہ سرمد طویلة ثم اماتہ اللہ ورافع الیہ۔

(۱۰)

یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لیے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقع پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب و غریب اور خارق العادہ امر پیش آیا ہو۔ اور وہ عجیب و غریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیز و حکیم کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا

آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر هجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انھیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرادیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب ازالۃ الالفاظ میں فرماتے ہیں :-

”جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ پھر تحریر فرماتے ہیں :-

کہ لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت کے اُن کی رو میں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ انتہی

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد

ہونی چاہیے اس لیے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔

اب یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَیْہِ اَشْرَ تَعَالٰی نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ تَعْرِجُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اشر کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وَقَالَ تَعَالٰی اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُ اَشْرٰی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ اور جس کو خدا نے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ کے یہ معنی کہ خدا نے انکو عزت کی موت دی، یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق و سباق کے بھی خلاف ہیں۔

دویم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسناد صحیح یہ منقول ہے لما اسرأ اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۳ (جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ الی آخر القصہ) اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عن قریب ہم نقل کریں گے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روہیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچانی جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بل رَفَعَهُ اللہ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لیے کہ "علیین" اور "مقعد صدق" تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہر حال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے؟ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں مجسّدہ العنصری رفع مراد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حیاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دوسری دلیل

قال اللہ عز وجل

وَاِنْ مِّنْ اَهْلٍ اِلَيْكَ ثَبَّ اِلَّا لَوْ مِّنْ يَّهْ قَبْلَ
مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَرِيْطًا

ربط، یہ آیت گزشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا، جس سے طبعاً یہ سوال

پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت کی پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ اور روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادیم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح کی نبوت سے منکر تھے، مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت و رسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی

لے لَیْؤْمِیْنَ یہاں میں دو حروف تاکید ہیں۔ ایک لام تاکید اور دوسرا نون تاکید مشقہ۔ ایک ضرور لام تاکید کا ترجمہ ہے اور دوسرا ضرور نون تاکید کا ترجمہ ہے۔ فافہم

ذکر دستم

نزدول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی۔ اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

شفیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔
قول اول۔ مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لئومناہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور یہاں اور قبل مکتبہ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:-

”نباشد هیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن و

روز قیامت عیسیٰ گواہ باشد بر ایشان“

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزد عیسیٰ را البتہ ایمان آرد۔

شاہ ولی اللہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیری سے صاف ظاہر ہے کہ
 بیہ اور موتیہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع
 ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَا
 قَتَلُوهُ اور وَمَا صَلَبُوهُ اور مَا قَتَلُوهُ يَقِينًا اور بَل تَرَفَعَهُ ثَمَام
 ضامہ مفعول حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں اور
 پھر آئندہ آیت وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا میں يَكُونُ
 کی ضمیریں بھی حضرت مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے
 خلاف نہ ہوں۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح ہی منقول
 ہے کہ بیہ اور موتیہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف
 راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں
 فرماتے ہیں:-

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا،
 جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن
 جبر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت
 کیا ہے اور بطریق ابی رجا حسن بصری سے
 اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے
 منقول ہے حسن بصری فرماتے ہیں، واللہ
 حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں۔

وہذا جزم ابن عباس فیما
 رواہ ابن جریر من طریق
 سعید بن جبیر عن باسناد
 صحیح ومن طریق ابی رجا
 عن الحسن قال قبل موت
 عیسیٰ واللہ انہ الآن لحي و
 لکن انزل امنوا بہ اجمعون

ونقلہ اکثر اہل العلم و

راجحہ ابن جریر وغیرہ۔

(فتح الباری ص ۳۵ ج ۶)

جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر
سب ایمان لے آئیں گے اور یہی اکثر اہل
علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ
نے راجح قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابوالکاس سے بھی یہی منقول ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت
عیسیٰ کی طرف راجح ہے۔ (تفسیر ابن جریر ص ۳۶)

اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاری اور امام
مسلم نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور موتہ کی ضمیریں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجح ہیں :-

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس
ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
بے شک عن قریب تم میں عیسیٰ بن مریم
نازل ہوں گے دریاں ملے کہ وہ فیصلہ
کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے
صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں
گے۔ اور لڑائی کو ختم کر دیں گے مال کو ہر
دیں گے یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے
والا کوئی نہ ملے گا۔ اور ایک سجدہ دنیا اور

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم والذی نفسی بیدہ
لیوشکن ان ینزل فیکم
ابن مریم حکما عدلا فیکسر
الصلیب ویقتل الخنزیر
ویضع الحرب ویفیض المال
حتی لا یقبلہ احد حتی
تکون السجدة الواحدة
خیرا من الدنیا وما فیہا

اور مافیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہ یہ
فرماتے ہیں کہ اگرچہ تو اس حدیث کی
تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو وَاَنْ
مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَلَا لِيُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ
يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

شَرِيْقُول اَبُو هَرِيْرَةَ
وَاَقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاَنْ
مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَلَا
لِيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ
مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُوْنُ
عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح
آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ تہ اور
موت کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ
حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت
عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

وهذا مصير من الى هريرة
رضي الله عنه الى ان الضمير
في قوله بـ وموت يعود
على عيسى عليه السلام
اي اولا يؤمن بعيسى قبل
موت عيسى .

فتح الباری ج ۲۵۷

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اقراؤا ان شئتم الی آخرہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا اثر شاذ نہیں بلکہ ابو ہریرہ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ
یہ کہ حدیث مرفوعہ نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجماعاً مذکور ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ اس لیے فقہاء صحابہ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کے منشا اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشاد استنباط نبویہ کا کلمات الہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لیے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ شخص کا کام نہیں جس کو خدا نے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاد کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصار فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اصحان فقہاء جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر بدیہ ناظر کی جاتی ہیں۔

نظیر اول

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق و تائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:-
 اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ
 مَشْهُودًا ۝

بخاری شریف
 و مسند احمد

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوۃ الجمیع صلوۃ احدکم و احدہ بخمس عشرین جزأ و تجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ہریرۃ اقرأوا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشہودا ۝ اخرجہ البخاری و احمد بن حنبل فی مسندہ
 مشکوٰۃ و مشکوٰۃ ج ۲

نظیر دوم

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں کہ جس کو ایک دو لقمہ دے کر واپس

عن ابی ہریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی الخ

وَأَقْرَأُوا ان شئتم يعني قوله
تعالى لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ
لِلْعَافَاءِ - أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ
وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي مُسْنَدِهِ

مُسْنَدُ ج ۲

بُخَارِيُّ وَمُسْنَدُ أَحْمَدَ

نظم سوم

عن أبي هريرة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من مولود إلا يولد على
الفطرة فإبراهيم يهودا
أو نصرانياً أو مجسماً ثم ما تنفتح
البعية البهية فتماء هل تحسرون
فيها من جدعاء ثم يقول فطرة
الله التي فطر الناس عليها لا تبديل
لخلق الله ذلك الدين القيم

أه - أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

نظم چهارم

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله

أبو هريرة رضى الله تعالى عنه
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت
اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں
اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی
یا مجوسی بنالیتے ہیں۔ اور اگر چاہو
تو یہ آیت پڑھ لو:-

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
الآية

بُخَارِيُّ شَرِيف ۵۴۰

ابو هريرة سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم قال خلق الله
 المخلوق فلما فرغ منه قامت الرحم
 فاخذت بحقوق الرحمن
 فقال لها من قالت هذا
 مقام العائذ بك من القطيعة
 قال الا ترضين ان احصل
 من وصلك واقطع عن
 قطعك قالت بلى يا رب
 قال فهو لك قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 فاقرأوا ان شئتم فهل عسيتم
 ان توليتم ان تفسدوا
 في الارض وتقطعوا ارحامكم
 اخرج البخاري مش ۵۵ و فی
 روایۃ قال ابو ہریرۃ اقرؤا
 ان شئتم مکان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم
 اخرج البخاري مش ۵۶

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
 کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو مثالی
 طور پر قرابتوں نے دست بستہ عرض
 کیا کہ ہم قرابت قطع کرنے والوں سے
 پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
 کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو تم کو وصل
 کرے اس کو میں اپنے سے ملاؤں۔ اور
 جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی قطع قطع
 کروں؟ قرابتوں نے عرض کیا کیوں
 نہیں اے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا پس تمہارے لیے یہ فیصلہ
 ہو چکا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر
 چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فہل
 عسیتم ان تولیتم
 ان تفسدوا فی الارض
 وتقطعوا ارحامکم
 بخاری شریف۔ ص ۱۶

نظیر

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال اللہ تبارک
وتعالیٰ اعددت لعبادی
الصلحین ما لا عین رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر
على قلب بشر واقراوا ان
شئتم فلا تعلم نفس ما
اخفی لہم من قرۃ اعین
۱۵۔ اخرجه البخاری منہ

واحد بن حنبل

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک
بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں
کہ چونہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں
نے سُنیں اور نہ کسی دل میں ان کا خطرہ
گزرے۔ اور اگرچہ ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمُ
مِّنْ قُرَّةٍ أَعْيُنٌ

بخاری شریف

وسند احمد

نظیر

عن ابی ہریرۃ يبلغ به النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان فی الجنة شجرة یسیر
الراکب فی ظلها مائة عام

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں
ایک درخت ہے جس کے سایہ
میں سوار سو برس بھی چلے تو قطع نہیں

کر کے گا۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت
پڑھ لو وَظِلِّ تَمْدُودِ
بخاری شریف

دسند احمد

لَا يَقْطَعُهَا وَاقْرَأْ وَأَنْ شَتَّمْ
وِظِلِّ تَمْدُودِ - اخرجہ
البخاری ص ۲۴۴ و احمد بن حنبل
فی مسندہ ص ۲۸۲ ج ۲

نظیر ہفتم

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ
میں اس کی جان سے زیادہ اس کے
ساتھ دنیا اور آخرت میں قریب
ہوں۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو
النَّبِيِّ اُولٰٓئِیْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ

بخاری شریف

دسند احمد

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَا مِنْ مُّوْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اُولٰٓئِیْ
بِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاقْرَا
اِنَّ شَتَّمِ النَّبِيِّ اُولٰٓئِیْ
بِاَلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اَه
اخرجہ البخاری ص ۳۲۳ و
احمد بن حنبل فی مسندہ

ص ۳۳۲ و ص ۳۲۸ ج ۲

نظیر ہشتم

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَاَسٰٓلِہٖ وَسَلَّمَ

يقول لا تقوم الساعة حتى
تطلع الشمس من مغربها
فاذا طلعت وراها الناس
امن من عليها فذلك
حين لا ينفع نفسا ايمانها لم
تكن امنت من قبل او كسبت
في ايمانها خيرا. آه
اخرجه الامام الاحمد في مسنده

۲۳۱/۲ ج ۲ و ۳۹۸/۲ ج ۲ و ۵۳۰/۲ ج ۲

نظم

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما من مولود الا نشأ
الشیطان الا ابن ہریرۃ
امہ ثم قال ابو ہریرۃ
اقرأوا ان شئتم انی اعینہا
بک وذریتہا من الشیطن
الرجیمہ آہ مسند احمد ۳۳۳/۲ ج ۲

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی
کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع
نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے
طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے
تو اس وقت سب ایمان لے آئیں
گے۔ مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں
دے گا اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ
يُنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔

مسند احمد

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ کو شیطان ولادت کے وقت کوچہ دیتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ اس سے محفوظ رہے۔ پھر ابو ہریرہ نے کہا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔
اِنِّیْ اَعِیْنُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتِہَا
مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

نظم

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں
 دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا
 کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی خاص حکم
 نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جامعہ
 فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 خَيْرًا يَرَهُ ۝

بخاری و مسلم
 وسند احمد

عن ابی ہریرۃ فی حدیث
 طویل عن النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم انه سئل عن
 الحمر الاہلیۃ فقال ما
 انزل اللہ علی فیہا الا ہذہ
 الایۃ للجامعۃ فمن یعمل
 مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۝ و
 من یعمل مثقال ذرۃ شرا
 یرہ ۝ بخاری و مسعودی

مسند امام احمد ۲ ج ۲۶۲

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غائبانہ اچھی طرح منکشف ہو گیا
 ہو گا کہ حضرت ابو ہریرہ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت استشہاداً
 ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے بھی بعض رواۃ
 کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت
 سے معلوم ہوتا ہے :-

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی یزید انا سفیان عن
 الزہری عن حنظلۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یُنزل عیسیٰ بن مریم فیقتل
 للخنزیر ویمحو الصلیب الی ان قال ثم قتل ابوہریرۃ
 وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بمقبل موتہ
 ویوم القیمۃ یكون علیہم شہداء ہ فرغم حظہ ان
 اباہریرۃ قال یومن بہ قبل موت عیسیٰ فلا ادعی
 هذا کلام حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادشی قالہ
 ابوہریرۃ انتہی ۛ مسند ۲۹ ج ۲ واخرجه ابن کثیر
 ص ۲۲۵ ج ۲

یعنی حظہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اول تا آخر سب
 حدیث مرفوعہ ہے یا آخری حصہ ابوہریرۃ کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔
 اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ
 تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی کل روایتیں مرفوعہ ہیں گو بظاہر
 وہ موقوف ہوں۔

عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ہریرۃ
 فقیل لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کل
 حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔
 شرح معانی الآثار ص ۱۱۱ باب سورۃ الہرۃ
 اور شیخ جلال الدین سیوطی نے تفسیر قدس شریف کے ص ۲۴۲ پر اس روایت کو مرفوعاً
 نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے :-

اخرجہ ابن مردويه عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مر یوعدا کا
 یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع
 الجزية ویفیض المال حتی یکون السجدة واحدة للہ
 رب العلمین واقراء وان شئتم وان من اهل
 الکتاب الا لیومین بہ قبل موتہ موت عیسی
 بن مریم ثم یعیدہا ابو ہریرۃ ثلاث ہرات۔ انتہی۔

اور تھیں یہاں کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے
 کہ اس سے ما قبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابو ہریرہ ہی کا قول ہے تب بھی
 حجت ہے۔ ایک صحابی کا صحابہ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا
 اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ اور صحابہ کرام
 کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے اور خصوصاً وہ بات کہ جو
 بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا
 ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک بالکل مسلم ہے اگر قابل
 انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے
 سامنے کوئی قول منکر کہا جائے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت
 ابو ہریرہ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا اور
 صحابہ کرام سے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اس پر

انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔
حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:-

وقد اختار كون الضمير لعيسى
ابن جرير وبه قال جماعة من
السلف وهو الظاهر لانه
تقدم ذكر عيسى وذهب
كثير من التابعين فمن
بعد هم الى ان المراد
قبل موت عيسى كما
سأوى عن ابن عباس
قبل هذا۔

فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتی کی
ضمیروں کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع
ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی
ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور
قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی
ہے۔ کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت
عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع
تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت
کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ یعنی
عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا
کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہے اور قبل موت کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور
آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی
نبوت و رسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کی قرات وَاِنْ مِّنْ اَهْلٍ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِہِ
 قَبْلَ مَوْتِہٖؕ اسی معنی کی صریح مرید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب
 میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت
 ورسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا
 اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔
 اس لیے مشرعا معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لیے کافی ہے۔ اس
 قرات میں بجائے قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قَبْلَ مَوْتِہٖ بِصِغۃِ جمع آیا ہو
 جو صراحتہً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر اہل کتاب
 کی طرف راجع ہے۔ لہذا اسی طرح دوسری قرات میں بھی قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر
 کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیے تاکہ دونوں قرات میں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی
 فتح الباری ص ۳۵۳ میں فرماتے ہیں:-

علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب
 کی قرات کی بنا پر اس قول کو راجع قرار
 دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع
 ہے اور اس قول کی بنا پر آیت کے یہ
 معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے
 سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور
 رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان

وسا جمع جماعۃ هذا المذہب
 بقراءة ابی بن کعب اِلَّا
 لَيُؤْمِنَنَّ بِالْضَمِّ بِہِ قَبْلَ
 مَوْتِہٖؕ ای اہل الکتاب
 قال النووی معنی الکریۃ
 علی هذا الیس من اہل
 الکتاب اذ یحضرون الموت
 اِلَّا آمَن عند المعاينة قبل

نخروج روحه بعيسى عليه
السلام والله عبد الله و
لكن لا ينفعه هذا الايمان
في تلك الحالة كما قال الله
عز وجل وليست التوبة
للذين يعملون السيئات حتى
اذا حضر احداهم الموت
قال انا تبت الآن
فتح الباری ۳۵۴

اس کو نفع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَيْسَتِ
التَّوْبَةُ الْخَيْرُ عِنْدَ اللَّهِ
اَجَاءَهُ تَوَّاسٌ وَتَتَّوْبَةُ
نہیں۔

فتح الباری

ترجیح اربع و صحیح آصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار
قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس قول کا دار
ہمدانی بن کعب کی قراءت پر ہے اور یہ قراءت شاذ ہے کسی صحیح یا حسن
سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر
ابن جریر میں اس قراءت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں
جس قدر روایتیں ابن عباس سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام جلیل
و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

واولیٰ هذه الاقوال با
 لصحة القول الاول وهو
 انه لا يبقى احد من
 اهل الكتاب بعد
 نزول عيسى عليه السلام
 الا امن به قبل موته
 اى قبل موت عيسى
 عليه السلام ولا شك
 ان هذا الذى قاله
 ابن جرير هو صحيح
 لانه مقصود من سياق
 الاى وهذا القول هو
 الحق كما سنبينه با
 لدليل القاطع ان شاء
 الله تعالى وبه الثقة
 وعليه التكلان آه
 تفسير ابن كثير

مسند ج ۳

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط
 یہی ہے کہ دونوں ضمیروں عیسیٰ علیہ السلام
 کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر
 اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ
 آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب
 عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان
 لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک
 رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ
 اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور اس میں
 کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست
 ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ
 السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی
 قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل
 قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ
 ہے۔

تفسیر ابن کثیر

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحت یہ مروی

سے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیے کہ دو قراءتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابلی بن کعب کی قراءت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے۔ اور قراءت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قراءت بمنزکہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اُس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قراءت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں گے۔

اور ابلی بن کعب کی قراءت مشاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا

ذکر ہے کہ جواہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ غَلَبَتِ السُّرُورُ میں دو قراتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول۔ اور ہر قرات میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قرات مشاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بحسدہ العنصری آسمان پر اٹھاتے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر و منشور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جب لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مرے گئے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جواہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہذا ابی بن کعبؓ کی قرات نزولِ یسعی سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرات متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان

۱۔ وہ روایت یہ ہے۔ ۱۔ اخرج ابن المنذر عن شہز بن حوشب قال قال لی الجاج یا شہز آیت من کتاب اللہ ما قرأتھا الا اعترض فی نفسی منها شیء قال اللہ وان من اہل الکتاب الا یؤمن بہ قبل موتہ۔ والی ادنی بالاسنادی قاضی اعناقہم ولا اسمع یقولون شیئا فقلت رفعت الیک علی فیروچہما ان النصرانی اذا خرجت روحہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ ومن دبرہ (بتیہ برکت)

لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح و سالم آسمان پر اٹھائیے گئے
جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخبرہ عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ
تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موته
عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیۃ قال قال
یس من اهل الکتاب احدا الا انتہ الملائکۃ یضربون
رجلہ ودبرہ ثم یقال یا علماؤ اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ
کذبت علی اللہ وزعمت انه اللہ ان عیسیٰ لحرمت وانہ
سافر الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی

یہودی ولا نصرانی الا امن بہ انتہی۔ تفسیر درمنثور ج ۲
(ترجمہ) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی
بن الحنفیہ سے آیت **وَلَا يَزَالُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ** کی
کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر

وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انه اللہ وابن اللہ او ثالث ثلثہ عبد اللہ وروحہ
وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ
ودبرہ وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انک قتلته عبد اللہ وروحہ فیؤمن بہ حین
لا یفیدہ الا ایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احوارہم کما آمنت بہ یوما ہم فقال من
این اخذتہا فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتہما من معدنہما قال شہر وایم اللہ ما عدتہ الا
ولکنی احببت ان اغیظہ ۱۲ تفسیر درمنثور ج ۲

آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور
سُرخین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن اے شک عیسیٰ اللہ کی خاطر
روح میں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ اللہ ہیں
تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وہ قیامت
سے پہلے نازل ہوں گے پس اُس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا
مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدہ فاسدہ پر
تو بیخ اور سرزنش کی جاتی ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ کے
بارے میں غلط عقیدہ کی بنا پر تو بیخ کی جاتی ہو۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ
تَوَفَّیْهُمْ لِلّٰہِ لَظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا لَوْ اَلَّوْا السَّلَامَ مَا
کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق
اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز
نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے
پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت
عیسیٰ کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تیسری دلیل

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَمَكَّرُوا وَمَكَّرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْبَاكِرِينَ ۝ اِذْ
قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنِي مَرْيَمَ وَرَافِعُكَ اِلَى وَمُطَهِّرُكَ
مِنَ الدِّينِ كَفَرُوا وَاجْعَلِ الدِّينَ اَتَّبِعُوكَ فَوْقَ
الدِّينِ كَفَرُوا وَاِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ اِلَى مَرْجِعِكُمْ
فَاَحْكُم بَيْنَكُمْ فِي مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ و تفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں
اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے دہم و
گمان سے بھی بالا اور بہتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنادیا
اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو
اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور وہی پرچہ ٹھایا اور اللہ

تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لوں گا۔ اور بجائے اس کے کہ یہ ناہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور محض رنگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا راکھ بھی محسوس نہ ہو اور یہ ناہنجار تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکم ران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ ہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکم ران رہیں گے اور اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلمیذاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تا کہ یہود بے بسود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لیے اس کے ارد گرد جمع ہوں تو یکایک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور

لے اشارة الى الارضا ط فليما احسن عيسى منهم الكفرة ۱۲

و جال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ و جال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آویا اپنے وجود سے بھی دست بردار ہو جاؤ۔ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح محکوم اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں ثُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا مَرْجِعُكُمْ فَأَخْذُكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائیگا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ لکھا قال اللہ تعالیٰ وَ قَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ۔ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی

جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اسی جسم کے ساتھ
آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری
سمجھتے ہیں۔

توفی وفائے مشق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ یہ مادہ خواہ کسی شکل
اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور یہ ہوئے ہو گا۔
لَمَّا قَالِ تَعَالٰی اَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفِیْ اَوْفِ بِعَهْدِیْ کُم مِّمَّیْرَ عَہْدِکُمْ پورا
کر دو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ وَقَالَ تَعَالٰی فَاَوْفُوا لَکُمۡ اِذَا کَلِمَۃٌ
مَّا پورا کرو جب تم مابین یوفون بالشدیر اپنی نذر نہوں کو پورا کرتے
ہیں وَ اَتَمَّسَا ثَوَاقِیۡمَ کُمۡ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جزا میں نیست کہ تم
پورا پورا اجر قیامت کے دن دیے جاؤ گے۔ یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا
میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفائے مشق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی
احضار المثنیٰ وافیاء کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا ملے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے
قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب
جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ توفی

سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لیے گئے ہیں تو وہ کنایہ اور لڑو مراد لیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لیے موت لازم ہے۔ تو فی عین موت نہیں بلکہ موت تو فی معنی المال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ چنانچہ لسان العرب ص ۲۰ ج ۲ میں ہے:-

توفی المیت استیفاء مداتہ التي وفیت له وعدد ایامہ
 وشہ ہومہ واعوامہ فی الدنیا یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس
 کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں
 اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال
 ہو گیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ
 سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے
 لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لیے بجائے
 موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے رب سے
 جاملے اور دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اور کبھی اس
 طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ یا یہ
 کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا
 اس استعمال سے کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور
 رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں۔ ہرگز نہیں
 بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اورد ہیں تشریف اور تکیم کی غرض کہ
 بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اسی طرح

توفی کے لفظ کو سمجھیے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکیمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایہ تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

علامہ زمخشری اسس البلاغہ ص ۳۰۲ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور اکیمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں :-

وفی بالعہد وافی بہ وھو وفی من قوم وھو وافیاء و
اوفاء واستوفاء وتوفاء استکمالہ ومن المجاز توفی وتوفاء اللہ
ادرکتہ الوفاء۱۰۸

اور علیٰ ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس ص ۳۹۲ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں :-

وفی الشئ وفیاتہ وکثر فھو وفی وواف بمعنی واحد
وکل شی بلغ الکمال فقد وفی وتعمومہ اوفی فدلنا
حقہ اذا عطاہ وافیاء ووفاء فاستوفی وتوفاء ای لم یبدع
شیاً فھما مطاوعان لا وفاء ووفاء ومن المجاز ادرکتہ الوفاء
ای المنیۃ والموت وتوفی فلان اذا مات وتوفاء اللہ عزو
جل اذا قبض نفسہ آ۱۰۹

اب ہم چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم

ہو جائے گا کہ تو فی کی حقیقت موت نہیں بلکہ تو فی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

آیت اول

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا فِيمَا ضَلَّتْ وَرُفِعَ قُضَايُهَا عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاٰخِرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى

یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روح کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا وقت نیند کے پس روک دیتا ہے ان کو جن پر مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے ان کو وقت مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تو فی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ تو فی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوئے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیہ ہذا میں تو فی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ تو فی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور جن میں موتیہا کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی موت کے وقت ہوتی ہو عین موت نہیں اور نہ خود شے کا اپنے لیے ظفر ہونا لازم آتا ہے۔ لسان العرب سے

ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں:-

ومن ذلک قوله عز وجل
الله يتوفى الانفس حين
موتها ای یستوفی مرد
آجالہم فی الدنیا واما
توفی النائم فهو استیفاء
وقت عقله وتمیزہ الی ان
نام۔ (لسان العرب ص ۲۸)

حاصل یہ کہ توفی کے معنی توفی ہی استیفاء اور اخذ الشیء وافیاً یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم
بِاللَّيْلِ

وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا
کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبضہ و مرجع پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتَّى يَتَوْفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں
تا آن کہ عمر ایشان را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کرے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اكمال عمر کے لیے گئے ہیں۔ علاوہ
ازیں قرآن کریم میں جا بجا موت کے مقابلہ میں حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو
حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی
حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جا
بجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی
حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات
کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ
(۱) یُحْيِي الْأَمْوَاتَ بَعْدَ مَوْتِهِمَا۔ (۲) قال تعالیٰ كِفَاثًا
أَحْيَاءُ وَأَمْوَاتًا۔ (۳) يُحْيِيكُمْ ثُمَّ مُمِيتُكُمْ (۴) هُوَ أَمَاتَ
وَأَحْيَى (۵) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ
مِنَ الْحَيِّ (۶) أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ (۷) وَتَوَكَّلْ
عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (۸) لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى
(۹) كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى (۱۰) يُحْيِي وَمُمِيتٌ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی مشکشف ہو گئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقرو وغیرہ اس کے افراد ہیں۔ حیوانیت بھی انسانیت میں ہو کر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیر ذلک۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لفظ التوفی فی لغت العرب	لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء
معناه الاستیفاء والقبض	پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں
وذلك ثلاثة انواع احدها	پہلی ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی
توفی النوم، والثانی توفی الموت	توفی ابد و دوسری توفی موت کے وقت
والثالث توفی الروح والبدن	روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی
جميعًا ۸۱۔ الجواب الصحيح ۲۸۳	روح و اجسد۔ یعنی روح اور جسم کو پورا
	پورا لے لینا۔ آہ۔

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا۔ اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے۔ بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی ایک جنس ہے ابد نوم (نیند) اور موت اور دفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لیے قرینہ کا

ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لیے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے
لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی جیسے

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِي دُكِّلَ بِكُمْ

اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ پورا
پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو
تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی۔ اور
جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ
توفی سے نوم کے معنی مراد لیے جائیں گے جیسے :-

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے
لیکن تم اس کے قرینہ سے معلوم نہ ہو کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ ابو ذر اس
کتاب سے

فَلَمَّا تَوَفَّاكَ رَسُولُ الْكَرِي

یعنی تمہارے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سلا دیا۔ اس شعر میں بھی
توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور
کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔ اور مرزا صاحب بھی،
دعوائی مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین
احمدیہ ص ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی میں تجکو پوری نعمت
دوں گا۔ اور اسی کتاب کے ص ۸۹ و ۹۰ اور ص ۵۰۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے

غرض یہ کہ یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور اخذ لشی و افیاء
یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی
معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا
دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعوے
کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں یہی لفظ
توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور
استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہوجانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لیے مجازاً
یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم
نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لیے استعمال کیا کہ اہل عرب پر
موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت کو
بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب
کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست اور نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم
کے مرادف سمجھتے تھے اس لیے وہ بعث اور نشاۃ ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالیٰ
نے ان کے رد کے لیے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ تُخْرَجُونَ مِنْ سَرَابٍ مُّسْتَبِينٍ ۝ آپ ان منکرین
بعث سے کہہ دیجیے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا

پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر وہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لیے پیشی ہوگی

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں تم اپنے آپ کو دھڑکتے ہو کہ خاک میں مل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔ انتہی۔

شاہ صاحب نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنئے۔ یہودی بے بہود نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمایا لہذا قال تعالیٰ فَلَمَّا أَحْسَنَ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ تَوَاسَّوْا تَعَالَىٰ فِيهِ وَقْتُ حَضَرْتِ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْ تَسْلَىٰ فَرَمَانِی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر رہی ہے ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ عن قریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے

جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک توفی، دم
رفع اور سوم تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا۔ اور چہام تبعین کا
منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا۔ اور پنجم فیصلہ اختلافات
اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات کے
متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے جس کا
تعلق سب سے ہے۔

۱۔ وعدہ توفی

جمہور صحابہ اور تابعین اور عامہ سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ
آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی
مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور زبرغہ
سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے
چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور نامنجا اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باوجود کو ان
میں رہنے دیا جائے۔ ان کی ناقدر دانی اور ناسپاسی کی مرزا یہ ہے کہ ان سے
اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا شاہ سید محمد نور نور اللہ
وجہ یوم القیامت و نظر آمین) فرماتے ہیں :

وجہ لم تکن اہلاً للخیبر

فياخذ منهم عيسى الميہ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
عزیز و رحیم و مہربان

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے

عزیز و رحیم و مہربان

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
عزیز و رحیم و مہربان

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے

عزیز و رحیم و مہربان

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
عزیز و رحیم و مہربان

اس مقام پر موت کے بعد سب سے پہلے اس کے جسم پر موت
خون کے پیر سے اور جان کے پیر سے ہوتے ہیں تو اس وقت قیامت کی آواز
نہاں کے لیے موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر کیا مناسب نہیں۔ دشتوں کا تو
مقصود ہی جان لینا ہے اس وقت تو مناسب یہ ہے کہ کہا جائے کہ تم گمراہ
ہو گئے تم کو دھماکے و دھنوں کے شوق سے جو دھماکے کل لے جاؤ گے تو
اللہ ہی کا نہ ہو کہ تم کو دھنوں کے لالچ میں اس طرح اٹھائیں گے کہ
تمہارے دھنوں کو دھماکا سا یہ بھی نہ لے گا۔ آیت میں اگر توفی سے موت کے
مقام پر وہاں کوئی بھی سلام کی تو تسلی نہ ہوگی۔ البتہ یہودی کی تسلی ہوگی اور

معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خودی اُن کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کر دوں گا۔ خود بخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

(۲)

یہ نیزہ کہ تو فی معنی الموت تو ایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیسا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے تو فی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ تو فی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

(۳)

نیز وَمَكْرُؤًا مَّا كَرِهَتْ اَنْفُسُهُمْ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی سے پورا پورا ایسا اور آسمان پر اٹھایا جاتا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین وَمَكْرُؤًا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَكْرُؤًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَكْرُؤًا کو مَكْرُؤًا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا کراہان کی تدبیر تو

بہ قولہ تعالیٰ وَاَمَّا اَنْفُسُهُمْ فَانْقَلَبَ كَاذِبِينَ بالرفع الی السماء لکھا ہو مصرح فی التفسیر

الکبیر ص ۲۶۳ ج ۲ - ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۲ - درختور ص ۲۶ ج ۲ - کشاف ص ۳۱

بیضاوی ص ۱۱ ج ۲ - بحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۲ - ہارک ص ۲۰۵ ج ۲ - روح المعانی

ص ۱۱۰ ج ۱ - تائخ کامل ابن الاثیر ص ۱۱۰ ج ۱ - جلائین

ابو السعود ص ۱۳۵ ج ۱

نہیں اور ناکام ہوئی اور اشر سب جانہ کا مکرا اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ و اشر غالب علی امرہ۔ جیسے :-

اِنَّهُمْ يَكِيدُوْنَ كَيْدًا
وَ اَكِيدُ كَيْدًا ۝

وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

قَالُوْا تَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ
لَنُبَيِّتَنَّهُ وَاَهْلَكَ ثُمَّ
لَنَقُوْلَنَّ لَوْ لَمْ يَمْسَسْهُدُنَا
مَهْلِكٌ اَوْ هَلَكٌ وَاِنَّكَ
لَفِيْ قَوْنٍ ۝ وَ مَكَرُوْا
مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ
هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَنْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُّكْرِهُمْ
اِنَّ دَاقَةَ عَذَابِنَا لَأَشَدُّ
اَجْمَعِيْنَ ۝

قوم ٹوہنے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صبح (علیہ السلام) اور ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقع پر عافرنہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اشر تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صبح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کہیں اور ہم نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بجائی پتھر پڑھک کر ان پر آگرا جس سے دب کر سب مر گئے (لما فی الدرا المنثور) دیکھ لو کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے اپنے مکر اور تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح اس آیت میں مکر اور اس کے بعد و مکر اشر مذکور سے

جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ تو فی ہر موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَكَرْهًا ۖ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرا دی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تَهَاوَمَكْرًا وَاَمَكْرًا ۖ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح و سالم نال کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور شریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لیے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام

زمین کو فتح کرنے کے لیے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے بر
رفع الی السماء۔

وعدہ دوم

کَمَا قَالَ تَعَالَى

وَرَأْفِعُكَ إِلَى

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی
نہیں ہو سکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع
سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لیے کہ وہ۔

(۱) رَأْفِعُكَ میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

(۲) رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور

رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود...

مُتَوَفِّيكَ سے معلوم ہو چکا ہے۔ لہذا دوبارہ ذکرنا موجب تکرار ہے۔

(۳) نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لیے لازم

ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

(۴) نیز باتفاق محدثین و مفسرین و مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نے نجران

کے مناظرہ اودان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں آئری ہیں اور ان کا عقیدہ
یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر

اٹھائے گئے۔ لہذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدہ ابنیت اور عقیدہ تثلیث اور عقیدہ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح و ما قتلوه اور ما صلیبوه کہہ کر عقیدہ قتل و صلیب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بَلْ مَرَفَعَهُ اللّٰهُ کے مَا مَرَفَعَهُ اللّٰهُ فرما کر عقیدہ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی بسکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر تونی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ تطہیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَاذْكَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِیْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اس آیت میں حق جل شانہ کے اُن انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجکو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

عشرہ سوم

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الذِّیْنِ كَفَرُوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجکو اپنے اور تیرے

دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اور ان کے ناپاک اور نجس پڑوس میں
 تجکو نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجکو بلا لوں گا۔ لفظ
 مطہر کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال
 فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے
 جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔
 وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ اور اس وقت کو یاد کر کہ جب
 بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔ پس اگر خدا نخواستہ قتل اور
 صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی
 حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر درمثور ص ۳۲ ج ۲ میں حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر
 ان الفاظ میں مروی ہے یعنی ومخلصك من الیہم ہود فلا یصلون
 الی قتلک یعنی تطہیر من الکفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسیٰ میں تجکو ہود سے
 چھوڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک بھی رسائی نہ ہوگی اور اِذْ كَفَفْتُ
 بَنِي إِسْرَآئِیْلَ الایۃ کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے وہ یہ کہ
 عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا كَفَفْتُ بَنِي
 إِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ اور كَفَفْتُ بمعنی بَحَثْتُ کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو
 قرار دیا اور لفظ عَنْكَ بعد میں ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو
 تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگا سکیں۔
 لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزہ کے بیان

کے لیے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ اذبح تک عن بنی اسرائیل کہ تجکو بنی اسرائیل
 سے نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجکو چھڑایا۔ جیسا کہ دوسرے جگہ ہے وَلَئِذَا
 ابْجَحْنَاكَ مِنْ اِلٰی فِرْعَوْنَ یَسْؤُومُنَّکُمْ سَوَاءَ الْعَذَابِ
 اے بنی اسرائیل اُس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونوں کے عذاب
 سے بچایا اور نجات دی اس لیے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ
 عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے
 بھی دشمنوں سے ایذا میں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب
 اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہونچاتا وہ
 خود بھی ان تک نہ پہونچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بد ذات
 کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھایا۔ تمام
 تفاسیر مستبرہ میں ہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر شہیر
 پہونچے اور ستاشی سال کے بعد شہیر میں وفات پائی۔ حالانکہ شہیر اُس
 وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح
 بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے
 ہیں وَمُطَهِّرٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ میں تجکو کافروں سے پاک کرنے
 والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے
 تھے لہذا قال تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنۡ کِیۡ نُبَوِّیۡ صِرَافَ بَنِیۡ اِسْرَآئِیْلَ
 کے لیے تھی۔ لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر شہیر جانے کے کیا معنی؟

وعدہ چہارم

غلبہ بین منکرین

وَسَيَايِلُ الَّذِينَ تَبِعُوا كُفْرًا فَكَرًا ۚ وَالْيَوْمَ الْقِيَمَةُ

اور اے عیسیٰ! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر

قیامت تک غالب رکھوں گا:

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں وہاں نصاریٰ یہود پر غالب
اور حکم ران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکم رانی نصیب
نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم

فیصلہ اختلاف

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ فَاجْزِئْكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۚ

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے تمام اختلافات
کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام
کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور
وہ مبارک وقت وہ ہوگا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے

اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی اُس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اُس وقت شجر حجاز بھی یہ کہیں گے ہلا بھڑی دھرمائی فاقتلہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کیجیے۔ صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور نبیت سے تائب ہو کر ان کے عبد اور رسول اللہ ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کریں گے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ
یہی ہے وہ کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اور ہے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور مآزِ اذہم اَکَلَا اَیْمَانًا وَتَسْلِيمًا کے مصداق ہوں گے۔ اور اب تک تو نزول عیسیٰ بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمان شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور دوسرے زمین پر کوئی دین سوائے دین اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لیے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں مَتَوَفَّيْكَ معنی میں غیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے :-

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وكان عیسیٰ علیہ السلام قد ثامر فرفعہ اللہ نائمًا الی السماء معناه انی منیمک وافرعتک الی کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّیْکُمْ بِاللَّیْلِ اِیْ بِنِیمَکُمْ واللہ اعلم

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجکو اپنی طرف اٹھاؤں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّیْکُمْ بِاللَّیْلِ (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔

لیکن توفی معنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع

یعنی موت

اور اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اڈا حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد اُن کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ اور محمد بن اسحق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی یعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لیے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور دفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباسؓ کے اس قول کا دوسرا مطلب ہے کہ خود ابن عباسؓ کے

مشاگرد خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر درخشانی میں فرماتے ہیں :-

اخرجہ اسحاق بن بشر وابن	ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ
عسا کو من طریق جوہر	مُتَوَفِّیْکَ دَمْرًا فَعَلَکَ کی تفسیر
عن الضحاک عن ابن عباس	ہیں یہ فرماتے تھے کہ حضرت
فی قوله تعالیٰ انی متوفیک و	سبح کا رفع مقدم ہے اور ان
مرافعک الی یعنی رافعک ثم	کی وفات اخیسہ زمانہ میں
متوفیک فی آخر الزمان	ہوگی۔

درمنثور ج ۲

پس اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر میت تک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی مروی ہے۔ لہذا ابن عباسؓ کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہوا سے لینا اور محبت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہوا اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا لا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ سے محبت پکڑنا اور اَنْتُمْ سَکَّارٌ سے آنکھیں بند کر لینا، نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا یہ نصف الاعمیٰ اور نصف البصیر ہی کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر جو میت تک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو

دیکھا ہے۔ لہذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانید صحیحہ اور جیدہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباس کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس کی وہ تفسیر جو اسانید صحیحہ اور جیدہ اور روایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا صاحب کی نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت

عباس بن عباس کی تصریحات

(۱) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابن عباس کے نزدیک **وَرَأَى قَيْنَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيْتُمْ مَيِّتًا** یہ قبل موت میں قبل موت کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباس کو جزم اور یقین تھا علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:-

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر منہ کے زندہ آسمان پر

والصحيح كما قال القرطبي ان الله تعالى رافعه من غير وفاة ولا نوم وهو البقية

الصحيحين عن ابن عباس - آة اٹھایا اور ابن عباس کا صحیح قول یہی

مرح المعانی

ہے۔

امام قرطبی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباس سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھایے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر

عن ابن عباس قال لما اسراد

الله ان يرفع عيسى الى السماء

الى ان قال وصرع عيسى من

سرو زنة في البيت الى السماء

قال وجاء الطلب من اليهود

فاحذوا الشبه فقتلوه ثم

صلبوه وهذا السناد صحيح الى

ابن عباس

تفسیر ابن کثیر ج ۳

(۳) اور تفسیر فتح البیان ص ۳۴۲ ج ۲ پر ہے کہ حافظ ابن کثیر نے

سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بے شک اس کے راوی بخاری کے

راوی ہیں۔

علامہ آلوسی نے وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا لِلَّهِ کی تفسیر میں ابن عباس کا قول

حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں

فرماتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں،

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک

شخص پر ان کی شباهت ڈال دی گئی

اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام

مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھا لیا

گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباس کے

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

نقل کیا کہ مکر اشر سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباهت
ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ روح المعانی ج ۱۵
(۴) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ
وَلَا تَكُنَّ تَعْلَمُ تِلْكَ سَاعَةً مِنْ نَزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَادُهَا -

(۱۵) محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ میں شرح اپرا بن عباس کا ایک
اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مدفع الی السمار کے
بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں وہ ہوا ہذا -

ابن عباس فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام	اخبرنا هشام بن محمد بن
اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ	السائب عن ابيه عن ابی
انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ	صالح عن ابن عباس قال
النسوة والسلام جس وقت اٹھائے	كان بين موسى بن عمران
گئے تو ان کی عمر شریف ۷۴ سال	وعيسى بن مريم الف سنة
اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس	وتسعمائة الى ان قال وان
ماہ تھا اور اشر تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ	عيسى صلى الله عليه وسلم
علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت	حين سرفع كان ابن اثنتين
اٹھایا درال عالیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ	وثلاثين سنة وستة اشهر
زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس	وكانت نبوته ثلاثين
آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے۔ اور	شهرادان الله سرفعه بجده
پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔	وانه حي الان وسيرجع

الی الدنیا فیکون ملکاً شہ
 یموت کما یموت الناس
 جیسے اور لوگ وفات پاتے ہیں۔
 طبقات کبریٰ منہج ۱ مطبوعہ
 لیدن (جرمنی)

حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع
 الی السماء اور دوبارہ نزول صراحتہ معلوم ہو گیا۔ اس روایت میں ابن عباس
 نے سیرجج الی الدنیا کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع سے مشتق جس کے معنی
 واپسی کے ہیں یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم
 کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اللہ شریف آوری ہوگی۔ خود بنفس
 نفیس وہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے کوئی ان کا مثل اور شبیہ
 نہیں آئے گا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر میتک کے ساتھ منقول ہے
 تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم عنصری
 کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جاتا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان
 سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

مرزا صاحب کو چاہیے کہ ابن عباسؓ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں۔
 حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو
 میتک سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا صاحب ازالۃ الامام کے ص ۹۴۳ پر لکھتے ہیں کہ امانت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ انتہی کلامہ

مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ امانت کے معنی بھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا امانت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بہوش کرنا بھی امانت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہذا جب مرزا صاحب کے نزدیک امانت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباسؓ کی تفسیر ممیتک میں اگر امانت سے سلانے کے معنی مراد لیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی امانت بمعنی امانت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماننا والیہ النشور

اقوال مفسرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ تو فی

کے استعمالات مختلف ہیں اس لیے حضرات مفسرین سے اس آیت کی توجہات منقول ہیں ہم ان توجہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مجسمہ انصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفی کی توجہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

عبارت تباشیرتی وحسنك واحد

وكل الى ذاك الحال يُشِير

ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے سب کا اشارہ اسی اسی ایک حسن کی طرف ہے

قول اول

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم دشمنوں کو گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں :-

الاول معنى قوله انى متوفيك

انى متوفيك کے معنی یہ ہیں کہ اے

عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص

ای الى مقم عمرک فحينئذ

یعنی میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص

تجکو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔
 میں تجکو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں
 چھوڑوں گا کہ وہ تجکو قتل کر سکیں بلکہ
 میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے
 فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی فرماتے
 ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔

اتوفاك فلا اتركهم
 حتى يقتلوك بل انا
 سرافعك الى السماء ومقربك
 بملائكتي واصونك
 عن ان يتمكنوا من
 قتلك وهذا تاويل حسن

تفسیر کبیر ص ۲۸ ج ۲

اور اسی معنی کو علامہ زنجشیری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کو
 کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ تو فی کے معنی اتمام عمر کے
 ہیں جو ابتداء کے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء
 ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اس طرح عمر شریف
 پوری ہوگی۔

ع قال الزنجشیری الی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناه او عاصمک من
 ان یقتلک الکفار مؤخرک الی اجل کتبتک وممیتک حتف انفک لا
 قتلا بایں یحمر اہ ففسرہ بمادة من باب الاستفعال وقوله ومعناه الخیرین
 حاصل المقام وما جرى فی سلسلة الواقعة لا تفسیر لفظیاً فانه مرص
 فی بعد ولعمیرہ ان یکون تفسیرہ ابتداء حیث قال وممیتک فی قتک
 بعد النزول من السماء وسرافعک الان۔ وقد عدل الله عن لفظ الامانة
 لزيادة وواجبه عیسیٰ به فی مقابلة اليهود هل ذکر التناول (بقیہ بر)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اسے عیسیٰ میں تم کو ان
کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا جیسا کہ امام رازی قدس سرہ
سره فرماتے ہیں :-

ان التوفی هو القبض	یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح
یقال دفانی فیلان	قبضہ کر لینے کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا
دراہمی و اوفیتہا کما	ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے
یقال سلم فلان الی	روپے دیدیے۔ اور میں نے اپنے
دراہمی و تسلمتہا	پورے روپے اُس سے وصول کر لیے۔
تفسیر کبیر ص ۲۸۱ ج ۲	

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطرود راق اور ابن جریر اور محمد بن جعفر
بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا
ہے۔ اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اول اور قول ثانی
دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے
کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور
دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا
والاستیفاء ثم لیجری ما یجری کل شیء مستکمل مداة العمر۔ و

مودا اذا انتہی اجلہ ۱۲ مشکلات القرآن ص ۱۳۲

جیسا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ اشیء و انیاء کے ہیں یعنی کسی شے کو پورا پورا لے لینا۔ اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں:-

توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور بکلیت اجزائہ لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی صرف روح کو اٹھایا اس لیے متوفیک کا لفظ فسرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے وَمَا يَضُرُّكَ ذَلِكَ شَيْءٌ تم کو فائدہ برابر نہیں پہونچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔

ان التوفی اخذ اشیء و انیاء
ولما علم الله تعالى ان من
الناس من يخطر بباله
ان الهی رفعه الله هو
سروحه لا جسده لا ذکر هذا
الكلام لبدل على انه
عليه الصلوة والسلام
رفع بتمامه الى السماء
بروحه وبجسده ویدل
على صحة هذا التاویل
قوله تعالى وَمَا يَضُرُّكَ ذَلِكَ شَيْءٌ
تفسیر کی برکت ج ۲

قول چہم

تونی سے نوم کے معنی مراد ہیں یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو
خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن
انس سے مروی ہے۔

قال الربیع بن انس المراد
بالتونی النوم وکان عیسیٰ
علیہ السلام قد نام فرفعه
اللہ ناماً الی السماء معناه
منیمت ورافعت الی کما
قال تعالیٰ وهو الذی
یتوکل باللیل

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ تونی سے نوم
یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی
حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ
ہو الذی یتوکل باللیل اس
آیت میں تونی سے نوم کے معنی مراد ہیں
تفسیر درنثور ج ۲۶ و معالم التنزیل و
تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ۔

قول پنجم

تونی سے نوبت کے معنی مراد ہیں جیسا کہ علی بن ابی طلحہ، ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے توفیق کے معنی میت تک روایت کرتے ہیں۔
امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے
دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا

اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا جیسا کہ محمد بن اسحق اور وہب سے منقول ہے۔ اس
قول پر آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں،

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم و
تاخیر ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

انی متوفیت بعد انزالک
من السماء
میں تجکو آسمان سے اترنے کے بعد
موت دوں گا۔

کیا تقدیم و تاخیر تحریف ہے؟

مرزا صاحب ازالۃ الاولیاء ص ۲۲ ج ۲ و ص ۲۶ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔
اگر کوئی کہے کہ رافع مقدم اور متونیک موخر ہے سو ان یہودیوں کی طرح
تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ انتہی۔

جواب

تقدیم و تاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت
میں خلل ہے بلکہ سب اوقات میں فصاحت اور عین بلاغت ہے۔ فصحا اور
بلغاء کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس الشرحہ
فرماتے ہیں :-

ومثلہ من التقدیم و
ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم و تاخیر

التاخير كثير في القرآن .

تفسير كبير ص ۲۸۱ ج ۲

آئی ہے اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن
کریم میں کثیر ہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

قال جماعة من اهل المعاني

منهم الضحاك والفراء في

قوله تعالى اني متوفيت و

سرافعت الى علي التقديم

والتاخير لان الواو لا توجب

الترتبة والمعنى اني سرافعت

الى ومطهر لك من الذين

كفروا ومتوفيت بعد ان

تنزل من السماء وكقوله تعالى

ولولا كلمة سبقت من

ربك لكان لزاما واجل

مسمى والتقديم ولولا كلمة

سبقت من ربك واجل

اہل علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک

اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے

اس قول انی متوفیت و سرافعت

الی میں تقدیم و تاخیر ہے اور اس میں کوئی

عرج اور مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ واو

تہ تیغ کو مقتضی نہیں اور معنی آیت کے

اس طرح ہیں کہ اس وقت رفع ہوگا اور

تو فی یعنی وفات بعد نزول کے ہوگی۔ اور

تقدیم و تاخیر کے نظائر قرآن کریم میں موجود

ہیں جیسا کہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنِّي

مَرَاتِكَ لَكَانَ لِيْزَامًا وَّاجِلًا مِّمَّنْ سَمِعَتْ

اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر ہے۔ اہل

تقدیر عبارت اس طرح ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

سَمِعَتْ مِنِّي الْكَشَافُ وَقِيلَ مَتَوَفَى نَفْسًا بِالنُّوْمِ مِنْ قَوْلِهِ وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي

مَنَامِهَا وَرَافَعْتُ دَانَتْ نَائِمٌ حَتَّى لَا يُلْحَقَكَ خَوْفٌ تَسْتَقِيطُ دَانَتْ فِي السَّمَاءِ

أَمِنْ مَقْرَبٍ ۝ كَشَافٌ مَّتَّ ج ۱

مسمی لکان لزاما

قال الشاعر

الایام خلّة من ذات عرق
علیک ورحمة السلام

تفسیر قرطبی

ملک ج ۲

سبق من ربت واجل مسمی یعنی
وَأَجَلَ مَسْمًی کا عطف کلمہ پر ہے اور لکان
لِزَامًا دونوں ہی کی خبر ہے۔ شاعر کہتا ہے
اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو
اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے
کہ جو معطوف علیہ ہے اور رحمة اللہ مقدم
ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا مقتضی یہ ہے کہ
معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف مؤخر ہو
اور شعر میں معطوف یعنی رحمة اللہ مقدم
ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہے
تفسیر قرطبی

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول
مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ
وَنُحْيٰی میں تقدیم و تاخیر ہے اصل کلام
نُحْيٰی و نموت ہے اس لیے کہ حیات مقدم
ہے اور نموت اس کے بعد ہے۔ مگر آیت
میں نموت مقدم ہے اور نُحْيٰی مؤخر
ہے۔

وقال تعالى ما هي
إلا حياتنا الدنيا
نموت ونحیی فقالت
طائفة هو مقدمات
مؤخر ومعناه نحیی
ونموت الخ

لسان العرب

ملک ۱۳۲ ج ۱۸

وقال تعالى حتى تستانسوا وتسلموا قال
الفراء هذا مقدم
وموخر انما هي حتى
تسلموا وتسلموا
السلام عليكم وادخل
لسان العرب
م ۱۱۲ ج ۷

اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر
میں داخل ہونے سے پہلے اجازت چاہو
اور سلام کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اس میں
تقدیم و تاخیر ہے پہلے سلام ہے اور بعد
میں استیذان۔ اجازت حاصل کرنے کے
لیے اس طرح کہنا چاہیے السلام علیکم
و ادخل۔ سلام ہو تم پر کیا میں اندر
آسکتا ہوں؟

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا، قرآن کریم میں اس واقعہ کو دو
لذ قتلتم نفسا فادراؤا نحرہ بعد میں بیان فرمایا اور اس کے متعلق
جو احکام صادر ہوئے ان کو پہلے بیان فرمایا۔ لکھا قال تعالیٰ اِنَّ اللہَ یَاْہُرُکُمْ
اَنْ تَنْتَنَ بِحُؤَابِقَرَّةِ الْاٰیَاتِ۔ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم
و موخر بیان کیا گیا ہے۔

لکھا قال ابو حیان وقال بعض الناس التقديم والتاخير
حسن لان ذلك موجود في القرآن في الجملة وفي
الكلمات وفي كلام العرب واورد من ذلك
جملا من ذلك قصة نوح عليه السلام في اهلاك
قومه وقوله وقال اسكبوا في حكر من مات عنها
زوجها بالتريص بالامر بعة الشهر وعتاع الى الحول

اذنا بخر مقدم ومنسوخ ومتاخر۔

لذا فی البحر المحیط ص ۲۵۹ ج ۱

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا کیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم و تاخیر کے صدمہ یا نظائر موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں۔ غرض یہ کہ تقدیم و تاخیر تحریف تو کیا ہوتی فصاحت و بلاغت کے بھی خلاف نہیں اور آیت تو فی میں تقدیم و تاخیر خود ابن عباس سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں

مرزا صاحب مسیح ہندستان کے ۵۲۰ھ پر لکھتے ہیں ”اور مطہر کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ یہی ہے“ (یعنی مرزا جی کا زمانہ) اہ۔
اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا جی کے زمانہ میں پورا ہوا اور جہاں اَلْكَذٰبِیْنَ اَتَّبَعُوْكَ یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہذا مرزا جی کے قول پر آیت میں تقدیم و

تاخیر لازم آئی۔ اس لیے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدہ
تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ
مرزا جی کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ متعلقہ بابت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ تونی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور
اخذ الشئ وافیاء یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں، اور اِنِّی مُتَوَقِّئُکَ
وَسَرَّافُکَ اِلَیَّ میں تونی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ تونی سے رفع
آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت تونی کو سمجھیے کہ وہاں بھی
تونی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی فَلَمَّا
رَفَعْتَنِي اِلَی السَّمَاء کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں تَوَفَّيْتَنِي
کی تفسیر سرفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفا
کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور درمنثور میں ہے۔ امام راہزی تفسیر
کبیر ص ۷۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي المراد بوفاة السرفح
الی السماء لہ اور تفسیر ابو السعود ص ۱۰ ج ۳ وسرافعت الی فان
التونی اخذ الشئ وافیاء اور اسی طرح تفسیر بیضاوی ص ۱ اور معالم
التنزیل ص ۱ ج ۱ اور مدارک التنزیل ص ۲۲ ج ۱ اور تفسیر خازن ص ۱۰

و تفسیر روح المعانی —

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحتہ اس کی تصریح ہے کہ ثونی سے رفع الی السماء مراد ہے۔ اور بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آیت ماندہ میں ثونی سے کنایہ موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس آیت میں اُس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق و سباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گزشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ يَجْعَلُ اللَّهُ الشُّرُكُ الْاِخْوَارَ هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ اور وَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اہ سے صاف ظاہر ہے۔ تفسیر درمنثور ص ۳۲۹ ج ۲ میں ہے :-

اخرج عبد الرزاق وابن ابی حاتم عن قتادة في قوله
وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي الْهَيْئَةَ مِنَ
دُونِ اللَّهِ مَتَى يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَكْثَرُ
أَنَّهُ يَقُولُ يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ -

ترجمہ :- عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي الْهَيْئَةَ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

سروی ابن عساکر عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم
القیمة یدعی بالانبیاء واماہم ثم یدعی بعیسی
فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقر بہا فیقول بعیسی اذکر
نعمتی علیک وعلی والداتک الآیۃ ثم یقول انت
قلت للناس اتخذونی واهی الہین من دون
اللہ۔ فینکرا ان یکون قال ذلک الحدیث

تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۳

ترجمہ :- ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر
حضرت عیسیٰ کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں
گے کہ تم ہی نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں
گے کہ معاذ اللہ میں نے سرگزا نہیں کیا۔

واخرجه ابن مردویۃ عن جابر عبد اللہ انہ سمر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیمة
جمعت الامم ودعا کل اناس بامامہم قال و
یدعی عیسیٰ فیقول بعیسی یعیسی انت قلت للناس

اتخذونی داعی الہین من دون اللہ۔ فیقول
 سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق
 الی قولہ یوم یضع الصداقین۔ تفسیر درمنثور ج ۲
 اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابو
 موسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبد اللہ کی اس روایت میں بھی اس
 امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن علی علیہ السلام سے یہ دریافت
 کیا جائے گا۔

مرزا جی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی
 مرزا جی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد شیر تشریف
 لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے
 یہ نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے۔ اور نہ کسی صحابی اور تابعی
 بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال
 اور مراری لال اندر روشن لال سے منقول ہو کہ جنہوں نے کریم بخش کے عبادق
 ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا جی ازالۃ الالہام ص ۷۸ میں لکھتے ہیں کہ کریم بخش روایت کرتے
 ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے بیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب علیٰ جو ان
 ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تبدیل
 بست سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن
 لال، کنیشاں وغیرہ ہیں۔ اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت

نہیں ہوا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن یحییٰ کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا جی کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کا ذب کے سلسلہ روایت کے لیے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا جی بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ سلسلہ الذہب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلہ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے اور مرزا صاحب کا سلسلہ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزا یو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو تمہاری نظریں غیر معتبر ہو گئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل دہس لوگوں کی بکو اس معتبر ہو گئی۔ ہم بریں عقل و دانش بباہر گریست

ایک دم اور اس کا ازالہ

مرزا صاحب ازالۃ الاولیاء ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں:-

”عجب ہے کہ اس قدر تاویلات رکینہ کرنے سے ذرا ہی نہیں شرم کرتے
 وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَرَآهُ
 قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنِ مَرْيَمَ إِنَّكَ قُلْتَ يَلْمِزُنَا وَهِيَ آيَةٌ
 ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاک
 واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول
 آیت زمانہ ماضی کا ہے۔ ایک قصہ تھا زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو
 جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی
 صیغہ ماضی ہے۔“ انتہی کلام الغلام۔

جواب

یہ ہے کہ مرزا جی اس کے بعد احکم بحکم ۲۲۔ مودعہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ
 طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”مجھے خدا کی طرف سے
 وحی ہوئی :-

عفت للدیار محلها ومقامها

یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جائیں گی
 اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع بقید کاسہ اس نے گزشتہ زمانہ کی خبر دی ہے
 کہ خاص خاص مقام و پیران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ راہدایۃ النجوبی،

مع معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی نے کافیہ راہدایۃ النجوبی میں نہیں ہے۔ (بقیہ بر ص ۱۱۴)

پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ - وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي ذُرِّيًّا وَارْتَقِبْ الْيَوْمَ مِنَ ذُرِّيِّ اللَّهِ ط - وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَغِيره اب معترض صاحب فرماتے ہیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے۔ اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپکا حملہ مستمیر ہے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف و نحو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اس وجہ سے خالی نے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی إِذْ قَالَ اللَّهُ پر مشدود سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا کہ مضارع کے معنی میں ہے تاکہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور عفت الدیاسر محلہا ومقامہا پر جو اعتراض تھا اس سے سبک دوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا جی اول ہی بارہ ذرا بھی قرآن عزیز میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا وہ شخص جو اپنے زعم میں تمام اولین اور آخرین سے علم میں بڑھا ہوا

ہو اس کو بھی کافیہ اور ہدایۃ النور پڑھنے کی ضرورت ہے ؟ ۱۲

غور کر لیتے تو یہ ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آ ہی گئے کہ از ہمیشہ ماضی کے لیے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن عزیز میں وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الْكَافِرِيْنَ كَافِرًا وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ ۚ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْنٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ آيَاتِیْ مِنْ ہر جگہ لفظ از موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی قیامت ہی کا ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

چوتھی دیل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَلَا تَكُنَّ لِعِبَادِیَ لَاسِعَةً فَلَیْ تُكْثَرَنَّ بِہَا وَ
اتَّبِعُوْنَ ہَذَا اِحْصَاۃً مُّسْتَقِیْمًا ۝ وَلَا
یَصُدُّكُمْ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمُ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

(ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی۔ پس اس بارے میں تم ذہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں شیطان تم کو اس راہ راست سے نہ روک دے تحقیق وہ تمہارا اکلاد شمن ہے

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا یہی سیدھا راستہ ہے اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّكَ لَعَلَّمْتَ لِسَانَكَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور ابو العلاء اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول ہے۔ جیسا کہ وَرَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِذَا لَبِثُوْا مِنْكُمْ قَبْلَ مَوْتِهِمْ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از قیامت ثابت اور محقق ہے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج ۹

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم سیدھے راستہ سے روکنا چاہتا ہے اور تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی

پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا همام ابن اسنا
قتادة عن عبد الرحمن عن ابی هريرة ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال الا نبیاء اخوة لعائلات
 امرها تهرشتی و دینہم ہر واحد وانی اولی الناس
 بعیسی بن مریم لانه لم یکن نبی بینی و بینہ و
 انه نازل فاذا امر ایتیموہ فاعرفوہ مرجل مر بوع
 الی الکھرة و البیاض علیہ ثوبان مصران کان
 راسہ یقطر و ان لم یصیب بلل فیدق الصلیب
 ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یدعو الناس
 الی الاسلام و یهلك الله فی زمانہ الملل کلہا الا
 الاسلام و یهلك الله فی زمانہ المسیح الدجال
 ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتفع الاسود مع
 الابل و الخمار مع البقر و الذئب مع الغنم و
 یلعب الصبیان بلحم الحیات لا تضرہم فیہم کث
 اربعین سنة ثم یتوفی رصلی علیہ السلام و
 کذا سراء اہ ابوداود و کذا فی تفسیر ابن کثیر ج ۳
 وقال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سراء ابوداود و
 احمد باسناد صحیح۔ فتح الباری ص ۲۵۷ ج ۶

ترجمہ

امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علیہ السلام

بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی
 اصول شریعت کا سب کا ایک ہے۔ اور میں عیسیٰ علیہ السلام
 کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں اس لیے کہ میرے اور
 ان کے درمیان کوئی بنی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے۔ جب ان کو
 دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے، رنگ ان کا سرخ اور
 سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے
 سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ
 اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہونچی ہوگی، صلیب کو توڑیں گے
 جزیہ کو اٹھائیں گے۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔
 اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو
 نیست و نابود کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح و جال کو
 قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر
 اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے
 بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ
 کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہونچائیں گے۔ عیسیٰ
 علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے
 اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے

ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت ہے پھر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لليهود ان عيسى لم يموت وانه ساجع اليكم قبل يوم القيمة .

اخرجه ابن كثير في تفسيره ال عمران ص ۲۰۳ ج ۲

امام حسن بصری سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحتہً موجود ہے۔ جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورہ یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ساتویں دلیل

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں :-
 اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن
 اسحاق انا احمد بن ابراہیم ثنا ابن بکیر
 ثنی اللیش عن یونس عن ابن شہاب عن نافع
 مولیٰ ابی قتادة الانصاری قال ان اباهریة
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم
 واماکم منکم۔ انتہی

ترجمہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے
 نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور اسناد اس

روایت کی تصحیح میں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

اسٹھویں دلیل

وعن ابن عباس في حديث طويل قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم فعند ذلك
ينزل عيسى بن مريم من السماء
اسحاق بن بشير كنز العمال ج ۲۶۸

ترجمہ

ابن عباس ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن
مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔
ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحتہ موجود ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ
السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نویں دلیل

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم الى
الارض في تزوج ويولد له ويحسب خمسا
واسربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في
قبر فاقوم انا وعيسى بن مريم في قبر واحد
بين ابى بكر وعمر -

رواه الجوزي في كتاب الوفاء (كتاب الاذاحص)

ترجمہ

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام
زمین پر اتریں گے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس
سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے،

اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن
مریم کے ساتھ اور ابو بکر و عمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔
اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

حدثني المثنى ثنا اسحاق ثنا ابن ابي جعفر عن ابيه
عن الربيع في قوله تعالى السم الله الا هو
الحق القيوم قال ان النصارى اتوا رسول الله صلى
الله عليه وسلم فخاصموه في عيسى بن مريم
وقالوا له من ابوه وقالوا على الله الكذب
والبهتان لا اله الا هو لم يتخذ صاحبة ولا ولدا
فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم السم
تعلمون انه لا يكون ولدا لا هو يشبه اباه قالوا
بلى قال السم تعلمون ان ربنا حي لا يموت وان
عيسى ياتي عليه العناء قالوا بلى قال السم تعلمون

ان ربنا قیوم علی کل شیء یكلوه ویحفظه ویرزقه
 قالوا بلی قال فهل یملك عیسی من ذلك شیئا
 قالوا لا قال افلستم تعلمون ان الله عز وجل
 لا یخفی علیه شیء فی الارض ولا فی السماء قالوا
 بلی قال فهل یعلم عیسی من ذلك شیئا الا ما
 اعلم قالوا لا قال فان ربنا صور عیسی فی الرحم
 کیف شاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلی قال
 انکم تعلمون ان ربنا لا یأكل الطعام ولا یشرب
 الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلی قال انکم
 تعلمون ان عیسی حملته امرأة کما تحمل المرأة
 ثم وضعت کما تضع المرأة ولد لها ثم غذي کما
 یغذي الصبی ثم کان یطعم ویشرب الشراب
 ویحدث الحدث قالوا بلی قال فکیف یکون
 هذا الماز علمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل الله
 عز وجل الم الله لا اله الا هو الحي القيوم

تفسیر ابن جریر ج ۳

ترجمہ

ربیع سے الم اشرا لا اله الا هو الحي القيوم کی تفسیر میں منقول ہے

کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدا کا لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے (یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون و چلون ہے لیسَ کَیْثُ شَیْءٍ وَّلَہُ یَکُنْ لَّہُ کُفُوًا اَحَدٌ)۔

آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیر و دروگاہی لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا گنے والی ہے۔ (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصاریٰ نے نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیر و دروگاہ ہر چیز کا قائم رکھنے والا، تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا

رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پرہیزگار اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں کس طرح حیا بنا دیا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نے کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ عالمہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نے نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر ویدہ و دانستہ اتبع حق سے انکار کیا۔ اللہ عز و جل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں اللہ لا الہ الا ہو الحق القیوم۔

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم کے بطن سے بلا باپ کے نفخہ جبریل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ نزول سے امت محمدیہ میں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو۔ ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث نزول میں مثیل مسیح اور مرزاجی کا نادیاں میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں۔ اس لیے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور کا مقصود انھیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ اور علیٰ ہذا اہم بخاری اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورہ مریم اور آل عمران اور سورہ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا

نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور دفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا نسخ مراد نہیں، دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر مرزاجی کے زعم فاسد کی بنا پر ان احادیث میں مثیل مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزاجی ہیں تو مرزا اھما صاحب اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

(۲) خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصاریت کو مٹا دینا۔

(۳) مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

(۴) ادجزیہ کو اٹھا دینا۔

(۵) زمین پر اتنا امن ہو جانا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی علامت بھی مرزا کے زمانے میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاری کا غلبہ جس قدر مرزاجی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گذشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں ترقی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزاجی کے ہی درمیان میں آیا۔ مرزاجی کے زمانہ میں کس صلیب اور قتل خنزیر کے بجائے خاتم بدین

کے سلام اور قتل مسلمانانِ خوب ہوا۔ مرزا جی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے اُٹھے مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ مرزا جی جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت فیض المال حتی لا یقبلہ احد تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب مال تو کیا ہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگتے ہیں گزری۔ کبھی مکان کے لیے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لشکر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکار اور خیال کے کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بد عقل اور بد نصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قسربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل اور حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سوا کچھ شر وہ کر چکے۔ دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں۔ اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں، اور دوا کا

استعمال کریں۔ وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ

حیاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

اجماع امت

ما فظ عقلائی رحمتہ اللہ علیہ تلخیص الجبروت^{۳۱۹} میں فرماتے ہیں:-
 اہما من رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر
 علیہ من رفعہا بعدہ حیثا وانما اختلفوا هل راف
 قبل ان یرفع او یام۔ انتہی

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے
 اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے
 کچھ دیر کے لیے موت طاری ہوئی یا نہیں۔ یا حالت نوم میں اٹھاؤ
 گئے۔ (۲ ترجمہ ختم ہوا)

تفسیر بحر المحیط کے مشاعر پر ہے:-

قال ابن عطیة واجمعت الامة علی ما تضمنہ
 الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء حی وانہ

يُنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ آه

یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور تفسیر النہر الماد کے صفحہ ۲ پر ہے :-

واجتمعت الامة على ان يعيسى حي في السماء

ويُنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ آه

اور تفسیر جامع البیان کے صفحہ ۲ پر ہے :-

والاجماع على انه حي في السماء وينزل ويقمتل

الديجال ويوينا الدين آه (تفسیر روحین)

امام ابوالحسن اشعری قدس الشریعہ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں :-

قال الله عز وجل يعيسى اني متوفيك ورافعك

إلى . وقال الله تعالى وما قتلوه يقيناً بل رفعه

الله اليه . واجتمعت الامة على ان الله عز وجل رفع

عيسى الى السماء آه

شیخ اکبر قدس الشریعہ فتوحات مکیہ کے باب ۳۷ میں فرماتے ہیں

لا خلاف في انه ينزل في آخر الزمان

علامہ سفارینی شرح عقیدہ سفارینیہ صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں :-

کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اول آیت وَلَآتُ مَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْآیَةُ نَقْل کی اور ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں :-

وَأَمَّا الْجُمُعَاتُ

فقد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالف فيها احد من اهل الشريعة وانما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المجديية وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت الذبوة قائمة به وهو متصف بها۔

یعنی یہ اجماع : سو تمام امت مجدیہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور مجذوب اور بے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے مستقل شریعت کے کراسمان کے

نازل نہ ہوں گے، اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا
شرح عقیدہ سفارینیہ منہج ۲

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض

کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ کما قالوا قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ۔ اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا۔ اور یہود اس کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ جس ذات کی نسبت یہود یہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا وہ سب غلط ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک اُن کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لیے اُتارنا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی

تھے اُن کو قتل نہیں کر سیکے بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لیے نازل کیا اور یہ حکمت فتح البیاری کے باب نزول عیسیٰ ص ۳۵۷ ج ۱۰ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لیے تشریف لائے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اسی طرف مشیر ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھنے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لیے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کو یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو اُن پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ لہذا قال تعالیٰ لَتَوَفِّيَنَّكُمْ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی

مرد سر یائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کرچکے ہیں وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالہ اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالتاً ایفاء فرمائیں فافہم ذلک فانہ لطیف۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجیے۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لیے ایک مچڑکی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

۱۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور نزول کے اسرار و حکم کے بارے میں اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ طالبان حق اس رسالہ کو ضرور دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ رسالہ موجب سکینت و طمانینت ہوگا۔ اس رسالہ کا نام لطیف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے ۱۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اس لیے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیات وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج پر اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے :-

روای ابن عساکر عن انس
قلنا یا رسول اللہ! ما آیتنا
صاغت شیئا ولا نراه قال
ذلت انی عیسی بن مریم
انتظرت سحتی قضی طوافہ
فسلمت علیہ

ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا
رسول اللہ! ہم نے آپ کو کسی مصافحہ
کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس
سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا
کہ وہ میرے بھائی عیسی بن مریم تھے ہیں
ان کا منتظر رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف

لرقانی شرح مواہب

ص ۳۲۷ ج ۵

سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو
سلام کیا۔

ابن عدی نے انس سے روایت کیا ہے
کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور
ایک ہاتھ نظر آیا۔ ہم نے اس حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔
آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے ؟
ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا
یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے۔
جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

وروی ابن عدی عن انس
بینا نحن مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اذ سرائنا بردا
ویدا فقلنا یا رسول اللہ ما
هذا الذی سرائنا والید
قال قد سرائتموه قلنا
نعم قال ذاک عیسیٰ بن مریم
سلم علی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا تو دلائل
حیات سے معلوم ہو چکا تھا، مگر احادیث معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی
کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لیے اگر بالفرض حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو
اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ امام
بخاری کے نزدیک اتصال روایت کے لیے ثبوت لقاء شرط ہے
اور امام مسلم کے نزدیک محض معاشرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

صحابی ہونے کو بطور الفاذا اور معہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے

من باتفاق جمیع الخلق افضل من

خیر الصحاب ابی بکر ومن عمر

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابو بکرؓ اور عمرؓ سے بھی افضل ہے کہ جو

تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہیں

ومن علی ومن عثمان وهو فقی

من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر

اور وہ شخص علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص محمد مصطفیٰؐ کی

امت کا ایک فرد ہے

الشی بالشی یذکر ایک شے کے ذکر سے دوسری شے یاد آہی جاتی

ہے۔ حافظ عسقلانی اصحابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین

کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی بھی ہیں جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام

کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے تفصیل کے ذکر کا یہ ہو تو اصحابہ

کی مراجعت فرمائیں۔

عبد ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن

مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لیے

اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں امید کرتا

ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلاف حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علما اللہ و احکم

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ الْدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ ۖ تَوْفِّقْنِي مَسْلِكًا وَآلَ حَقِّقِي
 بِالصُّلَحِ حَيِّنَ

اللهم اِنِّ اعوذ بك من عذاب القبر و
 اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال و
 اعوذ بك من فتنة المحيا والممات
 آمين

برحمتك يا ارحم الراحمين
 يا ذا الجلال والاكرام

وانا العبد الضعيف المدعو

محمد دريس الكاند هلو

ابجاء الله تعالى من خزي الدنيا

وعذاب الآخرة. آمين

كتبه محمد الوبي بن هنادي

تقریر

از آیتہ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ

سابق صدر المدین دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العالمین العاقبة للمتقین الصلوٰۃ والسلام علی
رسولہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی
محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا
اور بعض مضامین کو جناب مولف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ
علیہ السلام میں کافی دشافی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول معتمد
اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلباء
کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلباء اس کی قدر کریں گے اور
مخلوق کو جو وہال کے نقشہ میں مبتلا ہے ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق
تعالیٰ جناب مولف کی سعی مشکور اور عمل مبرور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دارالعلوم

تقریر

از محترم پیر خیر محمد لانا شیر احمد صاحب عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

تقریباً دو سال ہوئے کہ بمقام فیروز پور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی جس میں دیوبند کی طرف سے ہرادرِ بکریم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند تھے مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بھمکے اللہ تعالیٰ نہ صرف نام پہلے ہی اس سے محفوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے

عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ ع

والفضل فاشہدات بسلامت

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجیے کہ غائب حاضر کے لیے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور سی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کی قدم و لگاسکے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گزارش کو رشکوں میں جانے دیا اور بڑی محنت و عرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادران اسلام کے سامنے پیش کر دی جس میں اس اہم مسئلہ کا کافی روشنی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور ہادی ایسے سادہ اور سبب تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سر تا پا واقعہ ہو اور ان کو ممنون ہونا چاہیے مولف محترم کا اودان اکابر دارالعلوم کا جن کی توجہ اور سعی سے یہ پیش بہار سالہ نور افزائے دیدہ مشائقین ہوا۔

شبیر احمد عثمانی

دیوبند۔ ۱۷ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ

ہماری مذہبی مطبوعات

جلد اول، دوم۔ مصنفہ مولانا ابوالقاسم صاحب دلاوی
سیرت کبریٰ یعنی سوانح اقدس حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کافی کتب لکھی جا چکی
 ہیں مگر اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک
 کے تمام پہلوؤں پر انتہائی بالغ نظری سے روشنی ڈالی گئی ہے کتاب پڑھنے
 سے دل میں ایک خاص شہم کی رقت طاری ہوتی ہے۔ نیز کوئی ایسا واقعہ
 کتاب میں درج نہیں ہے کہ جس کی سند ساتھ درج نہ ہو۔

بضاب مولانا ابوالقاسم صاحب دلاوی کا نام نامی ہی کتاب کی فائیت کیلئے کافی
 ضخامت ہر دو جلد ۲۴۲ صفحات قیمت ہر دو جلد مجلد ۰۔۸۰ روپے

علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف جس میں
الفاروق سیرت عمر علامہ موصوف نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے واقعات قلم بند کئے ہیں۔ انکے اسلام لانے
 انکی شجاعت سلطنت کے بالے میں نظم و نسق تدبیر اور فراست و عیترہ پر مفضل
 طور سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کاغذ گیزر عمدہ چھپائی بہترین صفحات ۶۷۹ قیمت ہر دو جلد مجلد ۰۔۸۰ روپے
امام اعظم اس کتاب میں ہمارے پیشوا اور مقتدا حضرت امام ابو حنیفہ
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام حالات زندگی بمعنی و علمی کارناموں

کے نہایت محققانہ رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت علامہ شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف ہے۔

کاغذ گلیز، بڑھیا، صفحات ۴۰۰ قیمت مجلد پائی آنے روپے ۴-۴-۳

اسلام کے بنیادی اصول و دلائل کی روشنی میں از حضرت
مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

علم الکلام | اس کتاب میں توحید رسالت، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ تمام اسلامی اصولوں کو نہایت مدلل طور پر براہین و دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نصاریٰ و مشرکین کا بہترین رد پیش کیا ہے۔ اسلام کی صداقت کے وہ دلائل جمع فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ صفحات بڑے سائز کے ۴۰۰ سے زائد قیمت مجلد ۴/۰ روپے

فضائل ذکر | یعنی (برکات ذکر) اس میں وہ آیات و احادیث جمع کی ہیں جن میں ذکر کے برکات اور کلمہ طیبہ کے فضائل اور رسوم

کلمہ یعنی تسبیحات فاطمہ کے ثواب وارد ہوئے ہیں۔ خاتمہ میں صلوات اللہ علیہ کا مفصل بیان ہے۔ مضامین کے ذیل میں جگہ جگہ اہل اللہ اور ذاکرین کے سبق آموز اور عبرت خیز قصے ہیں جن کا شمار اس فہرست میں مشکل ہے۔

کتابت اور طباعت نہایت عمدہ کاغذ سفید بہترین گلیز سائز ۳۰×۲۰ روپے ۳-۰-۱۶
کتابی سائز ٹائٹل خوشنما۔ قیمت صرف پائی آنے روپے ۴-۴-۳

ملنے کا پتہ

کتب خانہ صدیقیہ بیرن بوٹگریٹ ملتان شہر

وَمَا أَقْتُلُوهُ يَقِينًا كَلَّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ وَكَانَ إِلَهُهُمُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْحُكُومُ
 ترجمہ: اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ
 قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑی برود حکمت ہیں

کلمۃ اللہ
 فی
 ۱۹۳
 حیاتِ روح اللہ
 ملقب بہ

حیاتِ علیؑ
 علیہ السلام

مؤلفہ
 حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور
 ملنے کا پتہ

ممکنہ صدیقی بیرون بوہڑ کریٹ ملتان شہر